ڈاکٹر جواز جعفری

صدر شعبۂ اردو،ایم اے او کالج ،لاہور

کہانت کے تاریخی اور تخلیقی زاویے

Dr Jawaz Jafri

Head of Urdu Department, MAO college, Lahore

Historical and Creative Aspects of Prophecy

Prophacy is the oldest profession that has been popular through-out the world. Ancient people used to approach the Kahens (Oracles) in connection with minor problems of their lives as well as the national and tribal issues. Kahens were also a link between people and gods. They represented the divine institutions both verbally and in writing. Their words were considered absolute and could not be challenged at any forum, The great tradition of Oracles extended from Egypt, Syria, Lybia to Greece, Rome and England. Scores of male and female Kahens guided people in both religious and temporal matters.

Ancient Egyptians and Romans did not differentiate between Kahens and prophets and used the words prophets and vates for prophets, kahens and poets. The sayings of Kahens were considered as a form of superior literature. Some Kahens used to compile the collections of their prophacies like books of poetry. Such books were very popular among the masses. The range of the subjects of their prophacies extended from natural beauty, contemporary sensibility, war strategy, spiritual and political guide line and divine wills.These prophacies have documentary value as one can get the realistic picture the society of those times.

زمانۂ قدیم سے لے کر لمحۂ موجود تک کہانت کا انسان، اُس کی سرگرمیوں اور اور اُس کے مقدّر سے گہرا تعلق رہا ہے۔ کہانت کے دائرۂ کار میں صرف مستقبل کے بارے میں پیشگوئیاں کرنا ہی نہیں آتا بلکہ ماضی وحال کے بڑے بڑے سوالات کے جوابات دینا، انسانوں کی سماجی ونفسیاتی اُلجھنوں کے حل پیش کرنا اور قوموں کی تاریخ کے اہم ترین موڑ پر ان کی راہنمائی کا فریضہ انجام دینا بھی اس کے بنیادی فرائض

میں شامل رہا ہے۔کہانت ہو یا نبوّت پیشگوئی کا فن دونوں کے لئے محبوب رہا ہے۔عہد نامۂ قدیم ہو یا عہد نامۂ جدید،قرآنِ حکیم ہو یا دیگر آسمانی صحائف سبھی کے اندر پیشگوئی کا اسلوب موجود ہے۔آج بھی صبح سے لے کر شام تک کئی قسم کی پیشگوئیوں سے ہمیں واسطہ پڑتا ہے۔آپ کا ہفتہ کیسا رہے گا؟ محکمۂ موسمیات کی اطلاعات، نجومیوں کی قیامت کے بارے میں پیشگوئیاں اور سیاسی کاہنوں کا حکومت کے خاتمے کے بارے میں تاریخوں کا اعلان کرنا، یہ سب کہانت نہیں تو اور کیا ہے؟ یوں دیکھا جائے تو کہانت ایسا ذریعہ ہے جو ماضی حال اور مستقبل میں ہونے والے واقعات کے درمیان رابطہ استوار کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

کہانت کا ادارہ پوری دنیا میں بے حد فعال رہا ہے۔یونان، روم، مصر، افریقہ، لیبیا، ہندوستان، ایران، اٹلی، سپین، فرانس، انگلینڈ اور یورپ و امریکہ کے بیشتر معاشروں میں کہانت کا ادارہ موجود بھی تھا اور مقبول بھی۔ دراصل قدیم انسانوں کے پاس اپنے سوالوں کے جوابات اور مشکلات کے حل کے لئے یہی سب سے بڑا ذریعہ تھا۔قدیم لوگ ہر فیصلے کو دیوتاؤں (کاہن انہی کے نمائندے سمجھے جاتے تھے) کی ہاں یا نہ کے تناظر میں دیکھتے تھے۔انہی کی خوشنودی یا ناراضی کے تناظر میں بادشاہ یا سردار چُنے جاتے، حکومت کے اہم ترین مناصب پر عہدیداروں کا تقرّر کیا جاتا، قانونی جھگڑوں کے تصفیے کئے جاتے، جنگ اور صلح میں سے کسی ایک کا انتخاب کیا جاتا، زانی اور چور اپنے جُرم کا اعتراف کرتے، فصلیں بوئی اور کاٹی جاتیں، کاروبار، اسفار، اور شادی بیاہ جیسے اہم ترین فیصلے کئے جاتے تھے۔

کہانت کرنے والے کے لئے دنیا کی مختلف زبانوں میں مختلف الفاظ رائج رہے ہیں۔عربی زبان میں اس کے لئے کاہن (Kahen) کا لفظ استعمال ہوتا ہے جس کی جمع الکہان ہے جبکہ دوسری جمع کَہَـنَـۃ ہے۔کاہن کی مؤنث کاہنہ (Kahena) ہے اور کہانت اس کا پیشہ ہے۔[1] واضح رہے کہ عربی کا کاہن عبرانی یا آرامی لفظ (Kohen) کا معرّب نہیں ہے بلکہ اس کا تعلق عربی کے اصل مادے سے ہے۔البتہ جرمن مستشرق (Noldke) سمیت بعض مغربی دانشور یہودی اور غیر یہودی (عرب) کاہن کے بارے میں مختلف نقطہ ہائے نظر رکھتے ہیں۔اُن کے نزدیک یہودی کاہن کہانت کرنے کی بجائے ایک دانشور، حکیم اور معلّمِ توریت کی حیثیت میں نظر آتا ہے۔اس کے برعکس عرب کاہن مذہبی پیشوا کا کردار ادا نہیں کرتا البتہ اُس کے کام کی نوعیت معالجوں اور جادوگروں جیسی ہے۔[2]

عرب کاہن کو غیب داں اور پیشگو کے ناموں سے بھی پکارا جاتا ہے۔ایک ایسا شخص جو اُمورِ غیبیہ یا مستقبل میں پیش آنے والے واقعات سے متعلق خبریں دے، نیز اسے اسرار کا بھی دعویٰ ہو۔رمّال، نجومی، جوتشی، قیافہ شناس، اعراف، فال گیر، عائف، حازر، زائچہ نویس، مستطرق، حاّظ، راقی اور جادوگر یہ سبھی کاہن ہی کے مختلف روپ اور نام ہیں۔[3] زیادہ بہتر انداز میں ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ چونکہ مذکورہ بالا تمام افراد کے کام کرنے کے طریقِ کار میں ایک طرح کا اسرار، اُمورِ غیبیہ کا عنصر اور مماثلت پائی جاتی ہے اس لئے لوگ اُنہیں بھی کاہن ہی سمجھتے ہیں۔

جہاں عربی زبان میں کاہن کے لئے درجن سے زیادہ الفاظ استعمال ہوئے ہیں، وہیں گریک (یونانی) زبان میں بھی اس کے لئے Prophet (پیغمبر) Oracle (خدائی راہنمائی کی صلاحیت رکھنے والا) Vate (پیغمبر، شاعر) Augur (کاہن، فال گیر، شگون لینے والا) اور Sooth Sayer (حق گو، الہامی شان کا مالک اور Sibylla جیسے الفاظ موجود ہیں۔ Oracle قدیم یونان کے ایک معبد یا دارالاستخارہ کا بھی نام تھا۔جہاں کاہنہ یا کاہن، ہاتف یا دیوتا سے اثر قبول کر کے زائرین کے سوالوں کے جواب دیتے تھے۔[4] اِسی سے لفظ Oracular بنا ہے جس کے ابتدائی معانی پجاری یا زائر کی طرف سے ہاتف سے پوچھے گئے سوال کا جواب دینے کے

ہیں۔اوریکل، کہانت کی نسبت ایک محدود مگر پریکٹیکل (عملی) چیز ہے۔ یہ تو ایک درخواست ہے جو کسی مسئلے کے سلسلے میں دیوتا سے کی جاتی تھی۔اوریکل میں لوگوں کے اعتقاد سے متعلق گواہی مصری اہرام کی دیواروں پر کندہ عبارات اور نجی وسرکاری ریکارڈ سے بھی دستیاب ہے۔۵

اوریکل کے ایک اور معانی Priests (پروہتوں) کا ایک ایسا گروپ ہے جو دارالاستخارہ کے انتظامی امور انجام دیتا ہو۔قدیم عربوں کے برعکس یونانی، رومن، اور مصری، کاہن کے لئے Prophet کا لفظ استعمال کرتے تھے۔یہاں دو طرح کے پیغمبر یا کاہن تھے۔ایک تو Pagan تھے (جو دیوتاؤں کا نام استعمال کئے بغیر کہانت کرتے تھے) اور دوسرے وہ جو دیوتاؤں کے Spokesmen (ترجمان) تھے۔روم، یونان اور مصر میں شاعر کے لئے بھی پیغمبر ہی کا لفظ استعمال کیا جاتا تھا جو صاحبِ الہام سمجھا جاتا تھا، اسی بنیاد پر افلاطون نے شاعری کی مخالفت کی تھی۔ Prophet کی کارکردگی یا پیشہ Prophecy یا Prediction کہلائے گی۔اور یہ دونوں الفاظ بھی نبوت، شاعری اور کہانت تینوں کے لئے استعمال ہوتے تھے۔قدیم لوگ کہانت اور نبوت میں فرق نہیں کرتے تھے۔ان کا عقیدہ تھا کہ کاہن ہو یا پیغمبر دونوں خدائی مرضی کو تحریری اور زبانی صورت میں لوگوں تک پہنچاتے ہیں۔جبکہ خطۂ عرب میں لوگ یہ تو مانتے تھے کہ کاہن الوہی ارادوں کو اُن تک پہنچاتا ہے مگر اُن کا خیال تھا کہ یہ اُس کا انفرادی فعل ہے لیکن ایک بات طے ہے کہ کہانت کی تاریخ نبوّت کے مقابلے میں زیادہ قدیم ہے۔

رومن زبان میں اوگری (Augury) کا لفظ بھی پروفیسی یا کہانت کے لئے استعمال ہوتا تھا۔اوگر (Augur) قدیم روم کا ایک درباری کاہن تھا جو قدیم رومن کلیسا کا بڑا عہدیدار تھا اور پرندوں کی اُڑان سے شگون لیا کرتا تھا۔بعدازاں اس کے نام پر Augury کا لفظ بنا جو کہانت کے لئے استعمال ہونے لگا۔ اسی طرح کا معاملہ لفظ Sibylla کے ساتھ بھی ہے۔سبل (Sibyl) نامی کاہنہ ہرکلیتس (540-480) کی ہمعصر تھی اور روم کے شہر قمیٔ (Cumae) کے معبد سے وابستہ تھی۔جلد ہی اس کی کہانت کا شہرہ دنیا میں پھیل گیا اور پہلے تو اس کا نام سبل سے بگڑ کر سبلا (Sibylla) بنا اور بعدازاں ہر قسم کی کاہناؤں کے لئے استعمال ہونے لگا اور دیکھتے ہی دیکھتے سبلا نام کی کاہنائیں ایران، لیبیا، مصر، ڈیلفی، ڈوڈونا، قمیٔ، اریتھرا، مارپس، انقرہ، قبرص ساموس، ایودھیا اور کئی دوسرے ملکوں میں پھیل گئیں۔یونان اور روم کے لوگ کاہن کے لئے Vates کا لفظ بھی استعمال کرتے تھے اور یہی وہ لفظ ہے جو شاعر کے لئے بھی مستعمل تھا۔کاہن کے لئے ایک لفظ Sooth Sayer بھی مروّج تھا۔اس قدیم لفظ کے معانی ہیں کسی کام کو صدقِ دل سے کرنے والا اور قسمت کا حال بتانے والا۔

کاہنوں کے بارے میں عربوں کے ایک حلقے کا خیال ہے کہ انہیں سوتے میں ایسے خواب نظر آتے ہیں جن سے آنے والے حالات وواقعات پر کسی قدر روشنی پڑتی ہے۔یہ لوگ صاحبِ کشف نہیں ہوتے بلکہ ان کے الہام کی اصل جنّی، شیطان ہے۔۶ کوئی جن، شیطان، مولا، ولی یا ربّی ان کے اندر بولتا ہے جسے کاہن حقیقی متکلم سمجھتا ہے اور وہ خود کو اس کلام کا مخاطب محسوس کرنے لگتا ہے۔حتیٰ کہ وہ اپنے جن کے قدموں کی آواز تک سنتا ہے۔کاہنوں کے ان جنّوں کے اپنے اپنے نام بھی تھے جیسے عرب شاعروں کے جنّوں کے نام ہوا کرتے تھے۔ابنِ خلدون کا کہنا ہے کہ کہانت انسانی خصائص میں سے ہے۔انسانی نفس میں بشریت سے اوپر اُٹھنے کی صلاحیت موجود ہے اور کہانت اسے عالمِ بشریت سے روحانی سطح پر بلند ہونے میں مدد دیتی ہے۔چونکہ یہ صلاحیت انبیاء کی گھُٹی میں ہوتی ہے اس لئے وہ بغیر کسی جدّ وجہد کے اس بلندی کو چھو لیتے ہیں۔مگر کاہن عالمِ بشریت اور روحانی بلندی کے درمیان معلّق ہو کر رہ جاتا ہے۔ ۷

زمانۂ قبل مسیح وقبل اسلام میں عرب میں کہانت کی بہت سی اقسام رائج رہی ہیں جیسے صاف وشفّاف اجسام (پانی اور آئینہ) کو دیکھ کر غیب کی باتیں بتانے والے، حیوانات کے دل جگر، اور ہڈیوں کو دیکھ کر پیشگوئی کرنے والے، تیروں کے ذریعے قرعہ اندازی کرنے والے،

پرندوں کو اُڑا کر شگون لینے والے، سنگریزوں، گندم کے دانوں اور گُٹھلیوں سے حالات جاننے والے، خواب کے ذریعے غیب دانی کرنے والے۔ علاوہ ازیں زمین پر لکیریں کھینچ کر، کنکریاں مار کر اور جھاڑ پھونک کے ذریعے بھی آئندہ پیش آنے والے امُور کے بارے میں غیب دانی کی جاتی تھی۔

زمانۂ جاہلیہ میں عربوں کی زندگی کا مکمل دارومدار کہانت پر تھا۔ مکہ، مدینہ، یمن، یمامہ، صنعا، شام، طائف اور نجد سمیت پورے عرب میں ہر جگہ کہانت کا رواج تھا۔ جزیرہ نما عرب کے باہر ہندوستان، ایران، افریقہ اور یورپ تک کے لوگ کہانت میں یقین رکھتے تھے۔ یہ لوگ صلح و جنگ، شادی بیاہ، کاروبار، سفر، پیشقدمی و پسپائی، غارت گری، قومی و قبائلی فیصلے کرنے، اشیاء کی گمشدگی، چوری اور زنا کا پتہ لگانے، خوابوں کی تعبیریں جاننے اور دیگر امؤرِ زندگی کے سلسلے میں ہمیشہ کاہنوں سے رجوع کرتے تھے۔ کاہن اپنے فن کا اچھا خاصا معاوضہ طلب کرتے تھے اور لوگ بھی معاوضہ ادا کرنے سے قبل اُن کا ہر طرح سے امتحان لیا کرتے تھے۔ کہانت کا فن شاعری کی طرح با کمال ہونے کی دلیل سمجھا جاتا تھا اس لئے یورپ، افریقہ اور عرب میں ہر جگہ لوگ شاعروں اور کاہنوں سے اپنی بیٹیوں کی شادیاں کرنا پسند کرتے تھے۔ عرب کے مشہور قبیلہ ہمدان کے لوگ تو صرف شاعر، عائف اور پانی کی نشاندہی کرنے والے ہی کو اپنا داماد بناتے تھے۔ ہر قبیلے کا اپنا کاہن، شاعر اور خطیب ہوتا۔ کاہن اپنے سماجی اور روحانی اثر و رسوخ کے باعث درباروں تک رسائی رکھتے تھے۔ بادشاہ اور ملکہ کے الگ الگ کاہن ہوتے اور ہر چھوٹے بڑے مسئلے میں اُن سے مشاورت کرنا ضروری سمجھا جاتا تھا۔ یہ کاہن اور کاہنائیں بالعموم اعلیٰ طبقے کے افراد ہوتے جن میں اکثر اپنے قبیلے کے سردار بھی ہوتے۔ اگرچہ غریبوں کے کاہن بننے پر کوئی پابندی نہیں تھی مگر کاہن بننے کے بعد سماجی حیثیت خود بخود تبدیل ہو جاتی تھی۔ کاہن اور کاہنہ نہ صرف جنگوں میں شریک ہوتے بلکہ اکثر اوقات وہ جنگوں کی قیادت بھی کرتے تھے۔ حتیٰ کہ جنگ کرنے یا نہ کرنے کا فیصلہ بھی کاہن ہی کرتا تھا۔ کاہن کا فیصلہ نہ صرف اٹل ہوتا تھا بلکہ اس کے فیصلے کے خلاف کسی بھی فورم پر اپیل ناممکن تھی۔ عرب، افریقہ اور یورپ میں ہر جگہ کاہن کا تصور حکم (جج) سے ملتا جُلتا تھا۔

عربوں کے کہانت پر ضرورت سے زیادہ انحصار ہی کا نتیجہ تھا کہ اس خطّے نے دنیا کے نامور کاہن پیدا کئے۔ عرب کاہنوں میں سطیح بن مازن وہ ممتاز ترین کاہن تھا جس کا سر اور گردن نہ ہونے کے باعث اُس کا چہرہ سینے میں تھا۔ اِسی لئے اسے کپڑے کی طرح لپیٹ لیا جاتا تھا۔ یہ وہی کاہن ہے جس نے ربیعہ بن مُضر کے خواب کی تعبیر، یمن پر حبشی قبضے، حضرت محمدؐ کی نبوت اور ایران کی عظیم سلطنت کے اُلٹنے کی پیشگوئیاں کی تھیں۔ عرب کا ایک اور نامور کاہن شق بن انمار تھا۔ کہتے ہیں کہ یہ نصف انسان تھا۔ اُس کی ایک ٹانگ، ایک ہاتھ اور ایک آنکھ نہیں تھی۔ اُس نے یمن کے بادشاہ نصیر لخمی کے خوفناک خواب کی تعبیر بتاتے ہوئے یمن میں حبشیوں کے اُترنے اور غالب بن فہر بن مالک کی نسل سے ایک نبی (حضرت محمدؐ) کے ظہور کی پیشگوئی کی تھی۔ اِسی طرح ایک اور مشہور کاہن خنافر بن التوام حمیری، جو اپنے عہد کا مالدار سردار اور جنگجو تھا، نے حضرت محمدؐ کی نبوت کی کہانت کی تھی۔ علاوہ ازیں سواد بن قارب الدوسی، عُزیٰ مسلمہ، عمرو بن حصید الافکل، شق بن صُعب بجلی اور الماموُر الحارثی بھی اپنے عہد کے نامور کاہن تھے۔

کہانت کے علم میں نہ صرف مردوں نے شہرت و ناموری حاصل کی بلکہ عرب عورتیں بھی اس میدان میں کسی سے پیچھے نہ رہیں۔ چنانچہ سودہ بنت زُہرہ بن کلاب مکّہ کی مشہور کاہنہ تھی اور پیدائش کے فوراً بعد زندہ دفن ہونے سے بچ گئی تھی۔ یہ رسول اللہؐ کی والدہ محترمہ حضرت آمنہؓ کے والد وھب کی پھوپھی تھی۔ اُس نے حضرت بی بی آمنہؓ کے بطن سے ایک ڈرانے والے کی پیشگوئی کی تھی۔ اِسی طرح ظریفہ

یمن کے بادشاہ عمرو بن عامر کی بیوی اپنے عہد کی ممتاز ترین کاہنہ تھی۔ اُس نے اپنے بادشاہ شوہر کی حکومت کے خاتمے، مارب کے بند ٹوٹنے اور یمن کی تباہی کی پیشگوئی کی تھی۔ سلمٰی ہمدانیہ اور فاطمہ خشمیہ میں قدرِ مشترک یہ ہے کہ دونوں نے علم، شاعری اور کہانت میں شہرت حاصل کی اور دونوں نے حضرت محمدؐ کی نبوّت کی پیشگوئی کی۔ عرب سے باہر افریقہ نے بھی بے شمار کاہن اور کاہنائیں پیدا کیں۔ افریقہ کی ایک ممتاز ترین کاہنہ دومیۃ تھی جس کی افریقہ کے وسیع وعریض علاقے پر حکمرانی تھی۔ اُس نے عبدالملک بن مروان کے جرنیل حسان بن نعمان کو شکست دی اور اپنے ہاتھوں اپنا سارا ملک تباہ کر دیا۔ کچھ عرصہ بعد ۷۰۳ھ میں حسان نے طبرقہ کے مقام پر اس کاہنہ کو شکست دے کر اس کی سلطنت کا خاتمہ کر دیا۔

اِن نامور کاہنوں اور کاہناؤں کے علاوہ حضرت محمدؐ کی زندگی میں اور رحلت کے بعد نبوت کے دعویٰ کرنے والے ابن صیاد، طلیحہ بن خویلد اسدی، مسلیمہ بن کبیر، سجاح بنت حارث، سواد بن قارب، امیہ بن صلت، حارث بن عبدالرحمٰن دمشقی، مغیرہ بن سعید عجلی، بیان بن سمعان تمیمی، صالح بن ظریف برغوانی، بہافرید زوزانی نیشاپوری، اسحاق اخرس مُصری، استادسیس خراسانی، ابوعیسیٰ اسحاق اصفہانی، حکیم مقنع خراسانی، علی بن محمد خارجی، علی بن فضل یمنی، حامیم بن من اللہ محاکسی، حسین بن حمدانی حصیبی، ابوالقاسم احمد بن قُصی، عبدالحق بن سبعین مُرسی اور حاجی محمد فرہی بھی اپنے اپنے عہد کے کاہن ہی تھے۔

خطۂ عرب سے باہر یونان، روم اور مصر ایسی سرزمین ہے جہاں زمانہ قدیم سے کہانت کی شاندار روایت موجود تھی۔ یہاں ہر ریاست کا اپنا دارالاستخارہ اور ہر دارالاستخارہ سے درجنوں کاہن وابستہ تھے اور ایک قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ یہاں مرد کاہنوں کے ساتھ ساتھ کاہناؤں کی ایک بڑی تعداد بھی اس پیشے سے وابستہ تھی۔ یہی وجہ ہے کہ بعض مؤرخین عورتوں کی کہانت کی روایت کو یونانی الاصل سمجھتے ہیں۔ جبکہ ہیروڈوٹس کے بقول ایک بار چند فنیقی دو پاکیزہ عورتوں کو اغواء کر کے تھیبیس (مصر) لے گئے اور اُنہوں نے ایک کو لیبیا اور دوسرے کو یونان میں فروخت کر ڈالا۔ ہیروڈوٹس نے ان پاکیزہ عورتوں کو دو کالی (غیر ملکی) فاختاؤں سے تشبیہ دیتے ہوئے لکھا کہ ان میں سے ایک نے لیبیا کا اور دوسری نے یونان کا رُخ کیا۔ وہ ایک برگد کے رُخ پر اُتریں اور انسانی آواز میں بتانے لگیں کہ جہاں وہ تھی وہاں "جیو" کا نشان ظاہر ہو گا۔ لوگ سمجھ گئے کہ یہ اعلان آسمان کی طرف سے ہے۔ چنانچہ ان یونانیوں نے وہیں خداوند زیوس کا معبد تعمیر کر دیا اور لیبیا جانے والی نے خداوند آمن کا معبد تعمیر کرنے کی ہدایت کی۔ ہیروڈوٹس کے مؤقف کو اگر درست مان لیا جائے تو کہانت ایک ایسا علم قرار پاتا ہے جس کی جڑیں مشرق (مصر) میں ہیں اور یہیں سے یہ روایت لیبیا، یونان، اٹلی، فرانس، انگلینڈ، جرمنی اور دیگر ملکوں تک پہنچی۔ یونانیوں نے کہانت کی روایت میں نہ صرف شاندار اضافے کئے اور دنیا کے عظیم ترین دارالاستخارے تعمیر کئے بلکہ کلیانڈر، ہیجی سٹرائس، ارستونسے، تیسامنیس، ہپوماکس اور باسس جیسے نامور کاہن اور کاہنائیں بھی پیدا کیں جن کے منہ سے نکلنے والے الفاظ کی طرف پورا یونان دیکھتا تھا۔

یونان، روم اور مصر میں نہ صرف درجنوں دیوتا (gods) تھے بلکہ بڑے بڑے شہروں میں ان کے شاندار معبد یا دارالاستخارہ بھی تھے جہاں دیوتا مخصوص رسومات اور بھاری معاوضے کی ادائیگی کے بعد کسی کاہن یا کاہنہ کی زبانی زائرین سے مخاطب ہوتے تھے۔ کاہن دارالاستخارہ میں اپنی مسند پر بیٹھنے سے قبل مقدس پانی کے چند گھونٹ پیتا، پھر سدا بہار مقدس درخت کے پتّے چباتا جو کہ شعری معیار کی علامت سمجھے جاتے تھے اور تب عنبر، اگر اور لُوبان کی خوشبوؤں کے نشے میں مخمور ہو کر عالمِ وجد میں زائرین کی طرف سے پوچھے گئے سوالات کے جوابات فراہم کرتا۔ سُلگتی خوشبوؤں اور معبد کے پُراسرار ماحول کے باعث زائرین کے دلوں پر کاہن کی باتوں کا بے حد اثر ہوتا۔ کاہن یا کاہنہ

کے منہ سے نکلنے والے الفاظ عموماً مبہم اور بے ربط ہوتے تھے مگر اس کام کے لئے بھی معبد میں ایک پادری موجود ہوتا جو کاہنہ کی بے ربط باتوں کا ایک قابلِ فہم زبان میں ترجمہ کرتا جاتا تھا۔ یوں تو یونان و روم میں بہت سے دیوتا تھے مگر ان میں اپالوسب سے ممتاز ہاتف تھا۔ ڈیلفی جیسے اہم معبد کے علاوہ یونان و روم کے تمام اہم شہروں میں اس کے دارالاستخارہ موجود تھے، اس کے علاوہ زیوس بھی اہم ترین دیوتاؤں میں سے ایک تھا۔ وہ ڈوڈونا اور اولیبیا میں مشہور دارالاستخاروں کا مالک تھا۔

روم اور یونان کے لوگ درد اور بیماریوں سے نجات کے لئے کاہنوں کے پاس جایا کرتے تھے۔ خواب کے ذریعے کہانت کرنا یہ تمام ہاتفوں میں عام تھا۔ مگر کچھ کے بارے میں لوگوں کا عقیدہ تھا کہ اُنہیں غصہ یا جوش دلا کر اُن سے بہت اہم کام لئے جا سکتے ہیں۔ دارالاستخارہ میں پروفیسی کے ذریعے لعنت یا بدُعا دینے کی بھی ایک روایت چلی آ رہی تھی۔ بعض معبدوں (بالخصوص اپیڈورس) میں لعنت یا بددُعا کو ایمان افروزی کے لئے بطور حربہ بھی استعمال کیا جاتا تھا۔ بعض دستاویزات سے پتہ چلا ہے کہ کئی ایک معبدوں میں کاہن آنے والوں کی بیماری کا علاج بھی جڑی بوٹیوں سے کیا کرتے تھے۔ اِس قسم کا طریق علاج عرب کاہنوں سمیت اکثر علاقوں میں مروّج تھا۔ یوں تو دنیا میں ہر جگہ کاہن اور کاہنائیں موجود تھیں مگر عظیم ترین کاہنوں کا تعلق روم اور یونان ہی سے تھا۔ آمن اگرچہ مصری دیوتا تھا مگر بہت سے ملکوں میں اس کے جاننے والے اور عقیدت مند موجود تھے اور شام، نمیبیا، روم، لیبیا اور یونان میں سترہویں صدی (قبل مسیح) سے اس کی پرستش جاری تھی۔ وہ یونان میں ڈیلفی اور ڈوڈونا کا سب سے بڑا حریف تھا۔ یونانی سکّوں پر اُس کی تصویریں کندہ ہوتی تھیں جن میں سر خداوند زیوس کا اور جسم گھوڑے کا ہوتا تھا۔

اگر ہم کہانتی تاریخ کا مطالعہ کریں تو یونان اور روم میں کہانت کی روایت تسلسل کے ساتھ ارتقاء پذیر نظر آتی ہے۔ یونان کی طرح اٹلی میں بھی درجنوں مقدس معبد تھے جہاں کاہن اور کاہنائیں دیوتاؤں کی زبان سے سائلوں کے سوالات کے جواب دیا کرتے تھے۔ قدیم روم میں بہت سے مشہور دارالاستخاروں کی طرح Avernus ایک ممتاز معبد تھا جو Puteal کے قریب ایک گہری جھیل کے کنارے واقع تھا۔ یہ عظیم الشان اور مقدس جھیل سیاہ رنگ کے جنگلوں سے ڈھکی رہتی تھی اور اس جگہ کو قدیم جرمن عدم آباد (یا عالمِ ارواح) میں کھلنے والا دروازہ کہتے تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ قبرص اور پرینسٹ میں بھی مشہور معبد تھے جہاں لوگ اپنی دینی اور دنیاوی مشکلات کے حل کے لئے حاضری دیتے تھے۔ پرینسٹ میں فارچونہ نامی مشہور کاہنہ تھی جس سے رومن دور دراز کا سفر طے کر کے شگون لینے آیا کرتے تھے۔ یہاں برگد کے مقدس درخت کی لکڑی کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں پر تقدیری جُملے کندہ کر دیئے جاتے تھے اور ایک بچہ اُن میں سے ایک ٹکڑا اُٹھاتا تھا اور اُسی پر آنے والے سائل کی قسمت کا حال لکھا ہوتا تھا۔ یہ طریقہ عرب کاہنوں سے ملتا جلتا ہے۔ عرب کے لوگ مشکلات کے حل اور کوئی بھی نیا کام شروع کرنے کے حوالے سے تیروں کے "امین" کے پاس جاتے تھے اور سو درہم ادائیگی کرنے کے بعد شگون لیتے تھے۔ کاہن کے پاس بہت سے تیر ہوتے جن پر "امر اور نہی" لکھا ہوتا تھا۔ وہ بہت سے تیروں میں سے قرعہ اندازی کے ذریعے ایک تیر اُٹھاتا۔ اگر "لا" والا تیر نکل آتا تو سائل پورا ایک سال وہ کام کرنے کے لئے انتظار کرتا۔ سال بعد دوبارہ قرعہ اندازی کرواتا اور جو حکم ملتا اُس پر عمل کیا جاتا تھا۔ اِسی طرح عرب کاہنوں کی ایک قسم حاۤظ تھی جو بالکل پرینسٹ کی کاہنہ کی طرح شگون لینے کے لئے معصوم بچوں سے معاونت لیتے تھے۔ کاہن کسی معصوم بچے کو ریت پر لکیریں کھینچنے کا حکم دیتا۔ یہ بچہ انتہائی پھرتی سے زمین پر لکیریں کھینچتا تاکہ ان لکیروں کو گنا نہ جا سکے۔ اِس کے بعد وہ کاہن کے حکم پر دو دو کر کے لکیروں کو مٹاتا جاتا آخر میں اگر دو خط بچتے تو اُسے سائل کے لئے نیک شگون سمجھا جاتا اور اگر ایک خط باقی بچتا تو اسے بدشگونی کی

علامت قرار پاتا۔

ہندوستان ایک ایسا ملک ہے کہ انسان نے اب تک دینی اور ثقافتی سطح پر جتنی کروٹیں لی ہیں ان تمام عقائد کے آثار یہاں آج بھی کسی نہ کسی شکل میں دیکھے جاسکتے ہیں۔ زمانۂ قدیم ہی سے ہندوستانی باشندے جادوٹونے، بھوت پریت اور کہانت کے قائل رہے ہیں۔ یہاں کی عورتیں وضع حمل کے وقت خبیث روحوں سے حفاظت کے لئے ماں بننے والی عورت کے پلنگ کے نیچے راکھ کے حلقے بناتیں، گوروجن سے بھوج پتر پر رکھے ہوئے منتروں سے چھتر باندھتیں اور چڑیلوں سے بچنے کے لئے مور پنکھ کے ارسینے سفید سرسوں بکھیر کے عمل کرتیں۔ ہندوستانی بادشاہوں اور راجوں مہاراجوں کے درباروں سے بڑے بڑے کاہن وابستہ تھے۔ بادشاہ چھوٹے چھوٹے کام کرنے سے پہلے ان کاہنوں سے شگون لینا ضروری سمجھتے تھے اور یہ درباری کاہن بادشاہوں اور مہاراجوں کے ہر چھوٹے بڑے فیصلے پر اثر انداز ہوتے تھے۔ بقول پریم چند ہندوستان کے راجے، اِن کاہنوں اور جادوگروں کے جادومنتروں کے ذریعے اپنے دشمنوں کو قتل کرانے اور دوستوں کے زخموں کو مندمل کرانے کے لئے عملیات کرایا کرتے تھے۔ [۹] دوستان کے ہمسایہ ملک چین پر بھی کاہنوں کا اچھا خاصا اثر رہا ہے اور قدیم چینی باشندے کہانت یا شگون کے لئے Chew کا لفظ استعمال کرتے تھے۔

کہانت کے حوالے سے مصر کو دنیا کی تمام قدیم تہذیبوں پر برتری حاصل ہے۔ یہاں دنیا کے قدیم ترین دارالاستخارہ موجود تھے جن سے سینکڑوں کی تعداد میں کاہن اور کاہنائیں وابستہ تھیں۔ ایک روایت کے مطابق بہت سے مصری دیوی اور دیوتاؤں کے نام مصر سے یونان پہنچے جنہیں نہایت فراخدلی سے یونانی دیومالا میں شامل کرلیا گیا۔ بعض مؤرخین کا خیال ہے کہ دنیا کی پہلی تحریری پیشگوئی کا تعلق بھی مصر ہی سے ہے۔ جب ۲۱۸۸ قبل مسیح میں مصر کے قدیم دانشو نصرتی نے ملک کے انتشار، خونریزی اور بدامنی کے پسِ منظر میں کسی نجات دہندہ کی پیشگوئی کی تھی۔ [۱۰] مصر کے دیوی دیوتا ہر موقعہ پر اپنے عقیدت مندوں کی مدد کرتے تھے۔ اُن کی خوشنودی حاصل کرنے کے طریقے مصریوں کو خوب آتے تھے۔ یہ دیوتا بالکل انسانوں کی طرح تحائف اور تحسین سے خوش ہوجاتے تھے۔ تحائف میں خوشبوئیں، بھُنا گوشت، روغنیات، خوشبودار مسالے اور باغوں کے اوّلین پھل اُنہیں خوب پسند تھے۔ یہ دیوتا خوشامد پسند تھے اور کبھی کبھی عام لوگوں کی طرح شاطر لوگوں کے جھانسے میں بھی آجاتے تھے۔ مصر کے لوگ ہمیشہ سے اسرار پسند تھے اور اُن کی یہ اسرار پسندی قدیم مصری کہانیوں اور کہانتوں کی شکل میں تاریخ کے صفحات میں اب بھی محفوظ ہے۔ مصر کا قدیم شہر بوٹو زمانۂ قدیم ہی سے آفتاب پرستی کا سب سے بڑا مرکز تھا۔ یہاں خداوند شمس کے بڑے بڑے معبد تھے اور مصر کے بڑے بڑے کاہن، پروہت اور مذہبی راہنما اِسی شہر میں مقیم تھے۔

یونان کا وہ عظیم ترین معبد جسے مشرق ومغرب میں تقدس کی نظر سے دیکھا جاتا تھا وہ ڈیلفی کا دارالاستخارہ تھا۔ یہ یونان بھر میں قدیم بھی تھا اور محترم ومعتبر بھی اور درست ترین پیشگوئی کرنے کی سب سے زیادہ اہلیت کا حامل بھی سمجھا جاتا تھا۔ یہاں کہانت وصول کرنے سے پہلے اور کہانت کے پوری ہونے کے بعد نذریں چڑھائی جاتی تھیں۔ بادشاہ یا سپہ سالار فتح پانے کے بعد مالِ غنیمت میں سے سب سے پہلے اسی دارالاستخارہ کا حصہ الگ کرتے۔ ڈیلفی کے معبد میں نذر کرنے کے لئے نقد پیسوں کے علاوہ سونا چاندی، نوادرات، سونے کی ڈھالیں، طلائی مجسمے، جانوروں کی مورتیاں، سونے کی نشستیں، ارغوانی قبائیں اور باغات کے اوّلین پھلوں کا انتخاب کیا جاتا تھا۔ مشرق اور یونان کی کہانت میں ایک نمایاں فرق یہ ہے کہ مشرق میں کاہن ایک فرد ہے جبکہ یونان میں یہ ایک عظیم الشان ادارہ بن چکا ہے اور پورا یونان دارالاستخارہ کی طرف یوں دیکھتا ہے جیسے آج جمہوری ملکوں کے عوام اپنی منتخب پارلیمنٹوں کی طرف دیکھتے ہیں۔

کہانت کی درخواست لے کر آنے والے افراد اور وفود کو دارالاستخارہ میں داخل ہونے سے پہلے مقدس احاطے کے باہر اور پھر اندر بہت سی رسومات ادا کرنا پڑتی تھیں۔ رسومات کی ادائیگی کے بعد دیوتا کی خانقاہ کے احاطے میں انتظار کرنا پڑتا تھا۔ اِس دوران "ہاتف کی زیارت گاہ" کے اندر کاہن اور کاہنائیں کہانت تیار کرتے اور معبد کا عملہ کہانت کے منتظرین کو مٹی کی الواح مہیا کرتا کہ وہ کہانت کو حرف بہ حرف نوٹ کر سکیں تا کہ کہانت کے کسی بھی لفظ کے بھول جانے اور تبدیل ہو جانے کا احتمال نہ رہے۔ یہ ضروری نہ تھا کہ ہر بار کہانت امیدوار کی توقعات کے مطابق ہی ہو بلکہ کبھی کبھی تو کاہن کہانت کے لئے آنے والوں کے مقدس احاطے میں داخل ہوتے ہی ایسی ناموافق پیشگوئی کرتا کہ آنے والے کی امیدوں پر پانی پھر جاتا۔ مگر کہانت کے خلافِ توقع ہونے کی صورت میں امیدوار زیتون کی شاخ تھام کر دوبارہ مقدس خانقاہ میں جاتا اور "پناہ گزیں" کی حیثیت میں ایک بار پھر دیوتا سے کہانت کی التجا کرتا اور جب تک کہانت توقعات کے مطابق نہ آجاتی اپنی موت واقع ہونے تک مقدس احاطے ہی میں ٹھہرے رہنے کا اعلان کر دیتا۔ ایسی صورتِ حال میں کاہن پہلے کی نسبت کہانت کے الفاظ میں عموماً ترمیم اور نرمی کر دیا کرتے تھے۔

ڈیلفی کے بعد اپالو کا معبد بہت قابلِ احترام سمجھا جاتا تھا۔ یہاں کہانت کے لئے آنے والوں کو سب سے پہلے جانوروں کی قربانی کی رسم ادا کرنا پڑتی تھی۔ یہیں سے یہ رسم بہت سے دوسرے دارالاستخاروں تک پہنچی۔ آروس کے دارالاستخارہ کا ایک اختصاص یہ تھا کہ یہاں کبھی کبھار غیر ملکی زبانوں میں بھی کہانت کی جاتی تھی۔ ڈیوائی سس کا معبد یونان کا ایک اور مشہور دارالاستخارہ تھا جو تھریسیوں کے دیس میں ایک بلند پہاڑی پر واقع تھا۔ آروس ہی میں ایمفنی کا دارالاستخارہ تھا جہاں جانور کی قربانی کے بعد کہانت کی جاتی تھی اور اِس حوالے سے یہ روایت مشہور تھی کہ مقدس احاطے میں مذبوحہ جانور کی کھال پر سونے سے الہامی خواب آتے ہیں۔ یونان کا شہر ڈوڈونا اپنے دارالاستخاروں کی وجہ سے خصوصی شہرت رکھتا تھا، یہاں کا معبد ایپے ۱۲۹ قبل مسیح میں ایک جنگ کے دوران تباہ ہو گیا تھا اب اُس کے آثار باقی نہیں ہیں۔ ٹروفونیس (فوسس) کا معبد بھی اپنی کہانتوں کے باعث نہایت قابلِ احترام سمجھا جاتا تھا۔ اس کے علاوہ برانکیدے (ملینا) کا دارالاستخارہ تھا جہاں سے خود کو مریخ کی اولاد سمجھنے والے جرمن بھی کہانتیں حاصل کیا کرتے تھے۔

اگرچہ یونان، روم، مصر اور عرب میں کہانت اپنے عروج پر دکھائی دیتی ہے مگر دونوں خطّوں کی روایت میں بنیادی نوعیت کا فرق بھی ہے۔ اِس فرق کو درج ذیل نکات کی مدد سے سمجھا جا سکتا ہے:

۱۔ عرب کاہنوں کی کہانت ایک انفرادی سرگرمی لگتی ہے جبکہ یونان، روم اور مصر میں کہانت اجتماعی اور دینی ذہن کی پیداوار ہے۔

۲۔ عرب کہانت غیر مذہبی ہے جبکہ یونانی و رومن کہانت کے پیچھے مذہب (دیومالا) کا پورا ادارہ موجود ہے۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ عربی کاہن معبد سے باہر کھڑا ہے جبکہ یونانی و رومن کاہن دارالاستخارہ کے اندر سے عوامی راہنمائی کا فریضہ انجام دیتا ہے۔

۳۔ مصر اور عرب کی کہانت پر صابئیت (ستارہ پرستی) کے گہرے اثرات دکھائی دیتے ہیں جبکہ یونانی اور رومن کہانت دیومالا کے زیرِ اثر ہے۔

۴۔ عربی اور مصری کہانتوں میں صحرا کا پورا لینڈ سکیپ نمایاں ہوتا ہے جبکہ یونانی کہانت میں فطرت پسندی

کا عنصر کم ہے۔

۵۔ عرب کہانت کا اسلوب قسمیہ ہے جبکہ یونانی اور رومن کہانت میں تیقن اور وثوق نظر آتا ہے۔

۶۔ عرب کی کہانت کی بنیاد جنّوں اور شیطانوں پر ہے جبکہ یونانی ورومن کہانت دیوتاؤں کے وسیلے سے الہامی درجے پر فائز دکھائی دیتی ہے۔

۷۔ مصری اور عربی کہانت کا انداز قبائلی ہے جبکہ یونانی ورومن کہانت قومی زاویہ اُبھارتی ہے۔

۸۔ بیشتر عرب کاہن اَن پڑھ ہیں جبکہ یونانی، رومی اور مصری کاہن نہ صرف لکھنا پڑھنا جانتے ہیں بلکہ معبد کا ماحول بھی پڑھا لکھا دکھائی دیتا ہے۔

۹۔ عرب کاہنوں کی سوچ قبائلی اور علاقائی ہے اور اُن کے اذہان بھی بڑی حد تک غیر سیاسی ہیں۔ اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ یہاں ایک منظم معاشرے کا تصور ناپید ہے جبکہ ۱۱ مصری، رومن اور یونانی کاہنوں کے ذہن اچھے خاصے سیاسی ہیں اور اُن کی یونانی معاشرے کے سیاسی وسماجی حالات، ریاستوں کی باہمی آویزش اور ہمسایہ ممالک کے ساتھ تاریخی کشیدگی پر گہری نظر ہے۔

۱۰۔ عرب کہانت چونکہ انفرادی فعل ہے اس لئے کہانت کے لئے آنے والوں کو سوائے اُجرت کی ادائیگی کے اور کوئی فریضہ ادا نہیں کرنا پڑتا جبکہ یونان، مصر اور روم میں کہانت معبدوں سے وابستہ تھی اس لئے آنے والوں کو نذریں چڑھانے کے علاوہ بھی درجنوں اقسام کی رسومات کرنا پڑتی تھیں۔

۱۱۔ ایک آخری فرق یہ بھی ہے کہ عرب وافریقہ میں حضرت محمدؐ کی رسالت سے پہلے تک کاہن خود کو کہانت کے فن تک ہی محدود رکھتے تھے اور اپنے اس فن کی تاثیر کے سلسلے میں اُنہوں نے عموماً مذہب کو آلۂ کار نہیں بنایا۔ البتہ آپؐ کی رحلت کے بعد درجنوں کاہنوں نے دعویٔ نبوت کر ڈالا اور کہانت کو سیاسی ودنیاوی مفادات کے حصول کے لئے ہتھکنڈے کے طور پر استعمال کیا مگر اسلام کی اپنی تعلیمات میں کہانت اور کاہنوں سے رجوع کرنے کی ممانعت کر دی گئی تھی۔ یوں کہانت رفتہ رفتہ معدوم ہوتی چلی گئی۔۱۲ یونانی، رومی اور مصری کاہن نہ صرف مذہب کے نمائندے شمار ہوتے تھے بلکہ کہانت میں یقین رکھنے والے لوگ انہیں دیوتاؤں کے "رسول" ہی سمجھتے تھے۔

بعض لوگوں کے خیال میں کاہن اور پیغمبر کے کردار، تعلیمات اور سماجی حیثیت کے درمیان چند ایسی چیزیں ضرور ہیں جن کی بنیاد پر ایک کو دوسرے سے الگ کیا جا سکتا ہے۔ مگر اِس تجزیے کو صرف خطۂ عرب کے حوالے سے اہم سمجھنا چاہیئے کیونکہ مصر، روم اور یونان میں تو لوگ کاہن کو پیغمبر ہی کا درجہ دیتے تھے۔

۱۔ انبیاء کا تعلق چند پیغمبروں کے سوا، عموماً نچلے طبقوں سے رہا ہے جبکہ کاہن بالعموم اشرافیہ کے نمائندے دکھائی دیتے ہیں۔

۲۔ کاہن کا جھکاؤ ہمیشہ مادی زندگی کی طرف رہا ہے جبکہ انبیاء روحانی زندگی کے فروغ کے لئے کوشاں نظر آتے ہیں۔

۳۔ کاہن قبیلے کے سرداراور دربار کے نمائندے کی حیثیت سے ہمیشہ حاضراور موجودنظام کے رکھوالے رہے ہیں جبکہ انبیاء حضرات نے ظلم و ناانصافی پرمبنی نظام کو ہمیشہ مسترد اور چیلنج کیا۔یوں دیکھا جائے تو کاہن ہوں یا پیغمبر دونوں سیاسی ذہن رکھنے والے لوگ کہے جاسکتے ہیں۔اگر بنی اسرائیل کے انبیاء کی زندگیوں کا مطالعہ کیا جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ بعض انبیاء نے سیاسی عمل میں کھل کر حصہ لیااور حاضر نظام کو ڈھانے اور عوام کی زندگیوں کو بدلنے کے لئے اُنہوں نے تاریخی جدوجہد کی۔البتہ یہ بات طے ہے کہ کاہنوں اور نبیوں کی سیاست کے زاویے ہمیشہ مختلف رہے۔

۴۔ کاہن مذہب کی ظواہر پرستی تک محدود رہے جبکہ انبیاء مذہب کے باطنی رُخ سے وابستہ رہے۔

۵۔ کاہن اور پروہت مل کر مذہب فروشی کرتے ہیں تاکہ لوگوں کو جاہل رکھ کر اقتدار کو فروغ اور طول دیا جاسکے جبکہ انبیاء نے ہمیشہ ان کے شریک کار بننے اور مذہبی دکانداری سے انکار کیا۔

۶۔ کاہن اسرار و رموز کو عوام سے پوشیدہ رکھنے کی کوشش کرتے ہیں جبکہ انبیاء ان اسرار کو عوام کے سامنے بیان کرتے تھے۔

۷۔ کاہن حکومتوں کے معاون اور آلۂ کار تھے جبکہ بیشتر انبیاء حکمرانوں سے کم ہی مرعوب ہوئے اور ظالموں کی مزاحمت پر کمربستہ رہے۔

۸۔ کاہن حکمرانوں کے مذموم افعال کی پردہ پوشی کرتے تھے جبکہ انبیاء اُن کی غیر اخلاقی سرگرمیوں کو کھل کر تنقید کا نشانہ بناتے تھے۔بعض انبیاء کا کردار تو باقاعدہ اپوزیشن لیڈر کا رہا ہے۔اس زاویے سے دیکھا جائے تو انبیاء حاضر نظام کے چیلنج کرنے والے، انقلاب کے داعی، پسے ہوئے لوگوں کے لئے اُمید کی کرن، اپنے زمانے سے آگے دیکھنے والے اور معلوم سے آگے کی خبر لانے والے لوگ تھے۔

۹۔ کاہن گلے سڑے نظام کو جاری رکھنے کے حامی تھے جبکہ انبیاء نئے عمرانی معاہدوں کے علمبردار تھے۔انبیاء نے اکثر معاشروں میں نجات دہندہ کا کردار ادا کرتے ہوئے تاریخِ انسانی میں ایک نئے دَور کی بنیاد رکھی۔

۱۰۔ کاہن حکمرانوں کی مذموم سرگرمیوں میں شریک کار تھے جبکہ انسانی تاریخ میں ان مذموم سرگرمیوں کے خلاف پہلی آواز بنی اسرائیل کے انبیاء ہی نے اُٹھائی۔ [۱۳] بابل کی اسیری کے زمانے میں یہودی انبیاء نے نئی طاقت کی طرف اشارے کئے۔یہ اُن کی شعوری، ذہنی اور جسمانی آزادی کا خواب تھا۔

جہاں تک کہانت کے تخلیقی پہلوؤں کا تعلق ہے تو میرے لئے یہ بات حیران کردینے والی ہے کہ کہانتیں عرب وافریقہ کی ہوں یا ہندوستان اور یونان کی، ایران ومصر کی ہوں یا پھر روم اور فرانس کی، ساری کی ساری تخلیقی عناصر سے مالا مال ہیں۔یہاں یہ اہم ترین سوال پیدا ہوتا ہے کہ کاہن نثر کا سہارا لینے کی بجائے شاعری ہی کو کیوں ذریعۂ اظہار بناتے تھے؟ دوسرا سوال یہ ہے کہ کیا کہانت میں شعری وسائل کا استعمال شعوری طور پر کیا جاتا تھا یا پھر غیر شعوری طور پر یہ عناصر کہانت میں شامل ہو کر اس کے حُسن کو چار چاند لگا دیتے تھے؟

ماہرین لسانیات کا خیال ہے کہ مسجع نثر ہی شعر کی پہلی شکل ہے جسے کاہنوں نے دیوتاؤں سے مناجات کرنے، پہیلیوں میں جواب دینے اور کہانت کے حصول کے لئے آئے ہوئے لوگوں کو حیرت زدہ کرنے کے لئے استعمال کیا۔ایک رائے تو یہ ہے کہ کاہنوں ہی نے

شاعری کی اساس رکھی۔ اُن کا دعویٰ تھا کہ وہ دیوتاؤں سے سرگوشیاں کرتے ہیں اور دیوتاؤں کے سربستہ رازوں کو عوام تک پہنچاتے ہیں اور عبارت کا نام سجع رکھتے ہیں۔ جب لوگوں میں شعری ذوق بڑھا تو شعر نے عبادت گاہوں سے نکل کر آبادیوں کا رُخ کیا۔ تاریخِ انسانی میں شروع دن سے شاعری ہر اُس جگہ موجود رہی جہاں مذہب موجود تھا۔ شاعری کا آغاز کہانت اور طلسمی منتروں کی صورت میں ہوا۔ گویا دنیا میں پہلا شعر کاہنوں اور جادوگروں کے ہونٹوں سے نمودار ہوا۔ اِس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ منظوم ادب ہمیشہ اَن پڑھ معاشروں ہی میں فروغ پاتا ہے۔ دنیا میں مصر واحد سرزمین ہے جہاں نیم شاعرانہ کہانتوں کی تاریخ چھ ہزار سالوں پر پھیلی ہوئی ہے۔ [۱۴]

کاہن کہانت میں سجع کا استعمال شعوری طور پر کیا کرتے تھے کیونکہ قدیم معاشروں میں شاعری لوگوں کی گھُٹی میں شامل تھی اور اکثر کاہن نہ صرف شعر گوئی کی تھوڑی بہت صلاحیت رکھتے تھے بلکہ وہ معاشرے میں شاعری کی اہمیت وضرورت سے بھی پوری طرح آگاہ تھے۔ اس لئے شروع دن ہی سے کہانت کا سجع سے گہرا رشتہ استوار ہو گیا تھا۔ سجع ہی وہ شاخ ہے جس پر پہلے پہل شاعری کی کونپل پھُوٹتی ہے۔ سجع کے ابتدائی معانی دندنہ، تفرید یا پھر کسی ایسی ہی آواز کے ہیں۔ سجع اونٹوں کے بلبلانے اور کبوتر کی غٹرغوں کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ [۱۵] چونکہ شاعری باکمال ہونے کا ذریعہ سمجھی جاتی تھی اسی لئے کاہن بھی اپنی کہانتوں کو عظمت کے درجے پر فائز کرنے کے لئے شاعری کا سہارا لیا کرتے تھے۔ کاہن کہانتوں میں باقاعدہ قوافی کا اہتمام کرتے تھے جس سے کہانت کا مزا دو چند ہو جاتا تھا۔ قوافی سے کلام میں علویت، موسیقیت اور تاثیر پیدا ہو جاتی تھی۔ کلام میں قوافی کا استعمال یہ اُس عہد کا ممتاز اسلوب تھا جسے قرآن نے بھی برقرار رکھا۔ کاہن ہمیشہ مختصر اور مقفع جملے تراشتے تھے جن کے لئے عموماً چھوٹی بحریں استعمال کی جاتی تھیں۔ اِن مختصر کہانتوں میں عموماً ایک ہی قافیہ ہوتا لیکن کبھی کبھار دوسرے مصرعے میں بھی قافیے کا استعمال دیکھنے میں آتا۔ یہی کہانت کا معروف اسلوب ہے، کاہن کبھی کبھی اشعار کی صورت میں بھی کہانت کرتے تھے۔ [۱۶] عرب میں تو شاعری اور شاعر کی اہمیت اس قدر زیادہ تھی کہ لوگ صرف تین مواقع پر دوسروں کے گھر چل کر مبارک باد دینے جایا کرتے تھے۔ (۱) گھوڑی کے بچہ جننے پر (۲) بیٹے کی پیدائش پر (۳) قبیلے میں شاعر کے ظہور پر [۱۷]۔ لوگ شاعر کو اپنے قبیلے کی آبرو اور اقدار کا نگہبان سمجھتے تھے اس لئے شاعر کے ظہور پر قبیلے جشن کا اہتمام کرتے تھے۔ شاعری کی اس سے زیادہ مقبولیت کیا ہو سکتی ہے کہ عرب عکاظ کے میلے میں اوّل آنے والے قصیدے کو آبِ زر سے لکھ کر دیوارِ کعبہ پر لٹکایا کرتے تھے۔ [۱۸] اِن میں سے بعض قصائد تو فتح مکہ کے روز بھی کعبے کے اندر آویزاں تھے۔ عربوں کی طرح یونانیوں میں بھی شعر کے تقدس کی روایت موجود تھی۔ بندار نے جب ڈیگورس کی مدح میں قصیدہ کہا تو اُسے ایتھنز کے معبد کی دیواروں پر آبِ زر سے لکھوایا گیا تھا۔ شاعری کی اِسی تاثیر اور مقبولیت کو دیکھتے ہوئے کاہنوں نے بھی اپنی کہانتوں کو شعری وسیلے سے پیش کرنے کی کوششیں کیں۔ یہ کاہن باقاعدہ شاعر تو نہ تھے اور نہ ہی اُن کا اوّلین مقصد شاعری تھا۔ اُن کا اصل مقصد تو لوگوں کو ذہنی اُلجھنوں اور دیگر مسائل کا حل پیش کرنا تھا۔ شاعری سے تو وہ محض اپنی کہانت کو خوبصورت بنانے کا کام لیتے تھے۔ چونکہ کاہن کو کسی بھی درپیش صورتِ حال سے متعلق فوراً پیشگوئی کرنا پڑتی تھی اِس لئے ان کہانتوں میں آورد کا غلبہ نظر آتا ہے تاہم بعض کہانتوں میں آمد کے خوبصورت مظاہرے بھی دیکھنے کو ملتے ہیں۔

سوال یہ ہے کہ کیا ہم کہانتوں پر مشتمل " کلام " کو کہانتی ادب کا نام دے سکتے ہیں؟ میرے خیال میں کہانتوں میں پائے جانے والے تخلیقی اور شاعرانہ عناصر کی موجودگی میں اِس سوال کا جواب ہاں کی صورت میں دیا جا سکتا ہے۔ میرے پاس اس امر کی دلیل یہ ہے کہ اگر آج ہم قدیم مصر کے معبدوں اور اہراموں کی دیواروں پر کندہ اور تابوتوں سے ملنے والی تحریروں کو " عزائی اور تابوتی " ادب کا نام دے سکتے

ہیں تو پھر کہانتوں کی صورت میں تاریخ کے صفحات میں محفوظ کاہنوں کے " کلام" کو " کہانتی ادب" کیوں نہیں کہہ سکتے ؟ کیا شاعری صرف وہ ہوتی ہے جس میں اوزان قوافی اور ردیف موجودہ یا پھر شاعری ان معروف شاعرانہ وسائل سے الگ کوئی اور چیز ہے؟ اگر شاعری، شاعرانہ روّیے (Poetic Attitude) کا نام ہے تو ایسے میں ان کہانتوں کو شاعرانہ قلمرو میں شمولیت کی اجازت دینے میں کیا حرج ہے؟ آج کل نثری نظم بھی تو شاعری کے درجے پر فائز ہونے کا استحقاق حاصل کر چکی ہے۔ نثری نظم میں بھی تو بحور، اوزان، ردیف اور قوافی نام کی کوئی شئے نہیں ہوتی، ایسے میں وہ کون سے عناصر ہیں جو اِسے شعری تخلیق کے درجے پر فائز کرتے ہیں؟ یہ عناصر یقیناً شاعر کے غیر معمولی تصورات اور غیر روایتی تخلیقی زبان ہے جو نثری نظر کو شعر تخلیق کی شہریت عطا کرتی ہے۔ دیکھا جائے تو دنیا بھر سے ملنے والے کہانتی ادب کا ایک قابل ذکر حصہ ایسا ہے جس سے ہم بطور نثری نظم لُطف اندوز ہو سکتے ہیں۔ نثری نظم جو ردیف، قافیئے اور اوزان کے سہارے آگے بڑھنے کی بجائے فقط اپنے بل اور زور پر آگے بڑھتی ہے۔ مانا کہ کاہنوں نے اس" کلام" کو نظم کے طور پر نہیں لکھا مگر قاری اِن سے نثری نظموں کی طرح لُطف اندوز تو ہو سکتا ہے؟ یہاں ہم قدیم روم کے عظیم شاعر ورجل کے رزمیہ Aened (اینیئس نامہ) سے ایک کہانتی کلام کا ٹکڑا پیش کر رہے ہیں جب اینئس اٹلی پہنچ کر اپنے مستقبل کا حال معلوم کنے کے لئے کاہنہ کہ سامنے حاضری دیتا ہے تو وہ اُسے Cumae کے معبد کی کاہنہ سے رجوع کرنے کی ہدایت کرتی ہے:

جب تم وہاں پہنچو گے
تو ابدی جھیلیں تمہارا استقبال کریں گی
اور جنگلوں کی بازگشت سے تمہاری سماعتیں گونج اُٹھیں گی
تب تم ایک مضطرب پیغمبر سے ملو گے
جو چٹانوں کی گہرائی سے تقدیر کے لکھے کو گاتی ہے
اور مقدس درخت کے پتوں پر قسمت کے فیصلے لکھتی ہے
جو گیت سمندر کی گہرائیوں میں لکھے گئے ہیں
وہ اُنہیں ترتیب دے کر مقدس غار میں رکھتی ہے

میرا ذاتی خیال ہے کہ اِن چند سطور پر جو شاعرانہ سوچ اور ماحول سے مالا مال ہیں، بہت سے نظم نگاروں کے دیوان قربان کئے جا سکتے ہیں۔ ورجل کو اس کے لازوال رزمیے Aened کی وجہ سے لوگ پیغمبر کا درجہ دیتے تھے۔ وہ نہ صرف ریاست اور عوام کی زندگیوں میں کہانت کی اہمیت کو سمجھتا تھا بلکہ اُس نے اپنی شاعری (رزمیہ) میں بھی کاہنوں کے کرداروں کو جگہ دی جن کی پیشگوئیوں نے Aened کو درجۂ عظمت پر فائز ہونے میں مدد دی۔

جرمنی، یونان اور اٹلی مین کہانت ہمیشہ سے نہ صرف عظیم ادب کا موضوع رہی ہے بلکہ کاہنوں کے منہ سے نکلنے والے الفاظ بذاتِ خود عظیم ادب شمار ہوتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ جرمنی میں کاہنوں کے لئے Chesmodoi اور روم میں Vates کے الفاظ استعمال ہوتے تھے جن کے معانی پیغمبر ہیں۔ مزے کی بات یہ ہے کہ دونوں خطّوں میں شعراء کے لئے بھی یہی دو الفاظ مروّج تھے۔ کاہنوں کے کلام کو نہ صرف لوگ ادبیات میں شمار کرتے تھے بلکہ خود کاہنون کو بھی اپنے منہ سے نکلنے والے الفاظ کی تخلیقی اہمیت کا اندازہ ہوتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ یورپ کی

بعض کاہناؤں نے لکھا ہے کہ جرمنی کی ایک مشہور سبلا (کاہنہ) نے اپنے کلام کے پورے 9 دیوان مرتّب کرر کھے تھے اور اس سبلا نے یہ دیوان اس کے ہاتھ بھاری قیمت پر فروخت کرنے کی خواہش بھی ظاہر کی تھی مگر قیمت زیادہ ہونے کے باعث جب اس نے خریدنے سے انکار کیا تو سبلا نے تین دیوان اُٹھا کر معبد کی آگ میں پھینک دیئے اور ایک بار پھر اُسی قیمت پر کتابیں فروخت کرنے کی پیشکش دُہرائی۔ تارقوئن نے پھر انکار کیا اور کاہنہ نے مزید تین کتابیں آگ میں جھونک ڈالیں۔ تب اس نے تین کتابیں خرید لیں اس دوران کاہنہ باقی ماندہ کتابوں کو آگ میں پھینک کر اچانک غائب ہوگئی۔ بعد ازاں اس سبلا کے دیوان محفوظ کر لئے گئے اور آگے چل کر یہی کتابیں سبلائن (کہانتی شاعری) کے نام سے مشہور ہوئیں۔ جرمنوں اور رومنوں میں اِن کتابوں کو بہت عقیدت کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔ جیوپیٹر کے معبد میں پادریوں کا ایک پورا گروپ اِن کتابوں کی حفاظت پر مامور تھا۔ جب ۸۳ قبل مسیح میں Capitoline جل گیا تو یہ کہانتی ادب بھی ضائع ہوگیا۔ چنانچہ سبلائن شاعری کی بچ رہنے والی آٹھ کتابوں کو دوسری صدی میں جرمنوں نے اپنی عقیدت کے باعث ایک بار پھر مرتّب کیا۔ احیائے علوم کی صدیوں میں پوسٹل کے چوتھے "ایک لاگ" (چرواہوں کے گیت) پر تبصرہ کرتے ہوئے دیباچہ نگار نے لکھا ہے کہ آپ اِس سے شاعری کے طور پر بھی لُطف اندوز ہوسکتے ہیں جس سے قاری کو ادبی وروحانی خوشی ملے گی۔

ورجل سے ہومر اور ہومر سے شیکسپیئر تک ہر بڑے فنکار کے ہاں پیشگوئی کا فن اپنے عروج پر نظر آتا ہے۔ شیکسپیئر کے ڈرامے میکبتھ کا آغاز وانجام ایک پیشگوئی ہی کا نتیجہ ہے۔ اگر ہم رومن لٹریچر پر نظر ڈالیں تو کاہنوں اور کاہناؤں (پیغمبروں) نے ہومر ہی کے وقت سے رومن ادب میں اہم حیثیت حاصل کر لی تھی۔ روم کا دیومالائی حیثیت حاصل کر جانے والا نابینا پیغمبر (کاہن) Tiresian ان کے لئے معلومات کا حتمی ذریعہ سمجھا جاتا تھا جس نے جرمن ٹریجڈی میں بھی خصوصی اہمیت حاصل کر لی تھی۔ یہ وہی "پیغمبر" ہے جو ایڈیپس کے بارے میں پیشگوئی کرتا ہے مگر ایڈیپس اس کی بات کا یقین نہیں کرتا تب Tiresian کہتا ہے

میرا کہا پتھر پر لکیر ہے
اور اگر تم مجھے غلط پاؤ
تو سمجھ لینا
کہ نبوت (کہانت) کا فن
مجھے نصیب ہی نہیں ہوا

بالآخر یہی پیشگوئی ٹریجڈی کو انجام فراہم کرتی ہے۔ دوسری طرف معروف پیغمبر (کاہنہ) کسیندرہ ٹروجن کی لڑائی کے جنگی ہیرو اگامیمنن کے بیوی کے ہاتھوں قتل کی پیشگوئی کرتی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ وہ اپنی موت کے بارے میں بھی قبل از وقت راز فاش کرتی ہے۔ کیسندرہ ایک پاگان نبیہ ہے جسے سچ بولنے پر سزا کے طور پر اپالو اُس پر لعنت بھیجتا ہے۔ اس دوران وہ اپالو کی محبت سے بھی انکار کر دیتی ہے۔

یوں دیکھا جائے تو کہانت نہ صرف ادبیات کا محبوب موضوع رہی ہے بلکہ یونان، مصر، جرمنی اور روم میں تو اِسے باقاعدہ ادبیات میں شمار کیا جاتا تھا اور بہت سے کاہنوں اور کاہناؤں نے اپنے "کلام" کے دیوان بھی مرتّب کئے تھے جنہیں نہ صرف لوگوں میں زبردست احترام کی نظر سے دیکھا جاتا تھا بلکہ لوگ اس کلام سے شاعری کی طرح ہی لُطف اندوز ہوتے تھے۔ اِس سلسلے میں سب سے اہم دلیل یہ ہے کہ جرمنی، یونان اور روم میں پیغمبر (کاہن) اور شاعر کے لئے ایک ہی لفظ استعمال ہوتا تھا۔ ایسے میں ہم یہ بات فرض کر لینے میں حق بجانب ہیں

کہ ان Chermodoi اور Vates کا زبانی اور تحریری کلام ادبیات ہی کے زُمرے میں شمار کیا جانا چاہئے۔

دنیا بھر کی زبانوں میں پائی جانے والی ان کہانتوں میں وزن، بحور، ردیف اور قوافی ہوں نہ ہوں مگر ان میں شاعرانہ روّیہ موجود ہے۔ یہاں تخلیقی توازن کے ساتھ ساتھ رمز و کنایہ، اشاریت، تشبیہ و استعارہ، رعایتِ لفظی، تمثیل کاری، تخّیل پسندی، ابہام، تضاد اور سب سے بڑھ کر دلکش اور شاعرانہ پیرایۂ اظہار موجود ہے۔ مانا کہ کاہنوں کا" کلام" آج کی ترقی یافتہ شاعری کے مقابلے میں کم تر تخلیقی درجے کا حامل ہے مگر بہت سی کہانتیں نہ صرف شعری لطافت سے مالا مال ہیں بلکہ آج کی بہت سی شاعری سے زیادہ حُسن کی حامل بھی ہیں۔ پہلے ان میں شاعرانہ اصول و ضوابط کا خیال نہ رکھا گیا ہو مگر اس کلام میں شاعرانہ حُسن اور شعری لطافت موجود ہے۔

اب آپ یہ کہانت ملاحظہ کیجئے جو لیڈیا اور دیگر ممالک کے بادشاہ کروسس نے ڈیلفی کے معبد سے مانگی تھی۔ دراصل وہ ایران کے بادشاہ کیمبائس کے بیٹے سائرس کی بڑھتی ہوئی طاقت سے خوفزدہ تھا اور اس پر قابو پانے کی تدبیریں سوچ رہا تھا۔ اس نے ڈیلفی کے کاہنوں سے فارسیوں کے خلاف جنگ کرنے کے حوالے سے رائے پوچھی تھی۔ جس کا جواب اس کہانت میں دیا گیا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ لیڈیا اور سپارٹا کے اتحاد نے ۵۴۶ قبل مسیح میں سائرس پر حملہ کیا لیکن ناکام رہے۔ اُلٹا لیڈیا پر سائرس کا قبضہ ہو گیا اور کروسس اس کے سامنے جنگی قیدی کے روپ میں پیش ہوا۔ اب ذرا کہانت بھی دیکھتے چلیے۔

میں ریت کے ذرّے گن سکتی ہوں
اور سمندر کا پانی ناپ سکتی ہوں
میرے پاس خاموشیوں کی سماعت ہے
اور گونگوں کی بات سن سکتی ہوں
سنؤ! خول دار کچھوے کی مہک میری حس پر اثر انداز ہو رہی ہے
جواب مینڈھے کے گوشت کے ساتھ
ایک دیگ میں بھُن رہا ہے
برتن پیتل کا ہے
اور اُس پر ڈھکن بھی پیتل کا ہے

اِس کہانت کی اکثر سطور نہ صرف شاعرانہ وسائل سے مالا مال ہیں بلکہ علامتی پیرایۂ اظہار نے اسے شعری حُسن بھی عطا کر دیا ہے۔

اب زمانۂ قبل از اسلام کی ایک عرب کہانت بھی دیکھتے چلیے جو اپنے علامتی اسلوب اور بے ساختگی کے حوالے سے یونانی کہانت سے کسی بھی طرح کم نہیں ہے۔ یہ کہانت عرب کی مشہور کاہنہ زبرا کی ہے جو بنی ریّام کی بزرگ عورت خویلہ کی لونڈی تھی۔ اس کہانت کا پس منظر یوں ہے کہ حضرموت اور شحر کے درمیان بنو قضاعہ کے تین چھوٹے قبیلے آباد تھے۔ ان میں بنو ناعب اور بنو داہن باہمی جنگوں میں بنو ریام کے خلاف اتحادی تھے۔ بنو ریّام کے ستّر جنگجو ایک شادی میں شریک تھے۔ اِن بہادروں نے کھانا کھایا، خوب شراب پی اور پھر وہیں سو گئے۔ ایسے میں زبرا اپنی مالکن کے ہمراہ آئی اور اِن بہادروں کے سامنے درج ذیل پیشگوئی کی۔ مگر بدقسمتی سے کئی جنگجوؤں نے کاہنہ کے الفاظ کا مذاق اُڑایا۔ البتہ چالیس بہادر کاہنہ کی بات سن کر وہاں سے چل دیئے جبکہ باقی تیس شراب کے نشے میں وہیں سوئے رہے۔ بالآخر رات کے پچھلے

پہر دشمنوں نے شب خوں مار کر سارے جنگجوؤں کو قتل کر دیا۔ اب ذرا زبرا کی کہانت دیکھئے جس میں آنے والے حالات کے بارے میں مکمل خبریت موجود ہے۔

قسم ہے نُورا اور تاریکی کی
خالی فضا کی اور روشن صبح کی
رات کو طلوع ہونے والے ستارے کی
اور بارش برسانے والے بادل کی
کہ وادی کے درخت دھوکہ دے رہے ہیں
اور ٹیڑھے دانت پسے جا رہے ہیں
یہ ٹیلوں کے پتھر اولاد کی موت کی خبر دے رہے ہیں
جس سے چھٹکارے کی اُنہیں کوئی جگہ نہ مل سکے گی
اُن کا ٹکراؤ ایک اُترنے والی بدمست قوم سے ہوگا۔

یونانی اور عربی کے بعد اب ایک افریقی (مصری) کہانت بھی ملاحظہ کیجئے۔ یہ کہانت مصر سے ایتھوپیا تک کے بادشاہ نیرون کو بوٹو شہر کے معبد سے موصول ہوئی تھی۔ اس کہانت کا پسِ منظر یُوں ہے کہ دریائے نیل میں اُونچے درجے کا سیلاب آیا ہوا تھا۔ بادشاہ نے غصے میں آکر دریا میں نیزہ دے مارا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بادشاہ آنکھوں کی بیماری میں مبتلا ہوا اور دس سال میں مکمل اندھا ہو گیا۔ بالآخر گیارہویں برس اُسے بوٹو شہر کے معبد سے درج ذیل کہانت موصول ہوئی۔

اُس کی سزا کا وقت پورا ہو گیا ہے
اور اب وہ اپنی آنکھیں پیشاب سے دھولے
تو دوبارہ دیکھ سکے گا
اُسے ایک ایسی عورت تلاش کرنا ہوگی
جو اپنے شوہر کی مکمل وفادار رہی ہو
اور اُس نے کبھی کسی اور مرد کو شوہر پر ترجیح نہ دی ہو۔

بادشاہ نے کہانت موصول ہونے کے بعد سب سے پہلے بیوی کو آزمایا۔ پھر بہنوں اور بیٹیوں کو، مگر بدستور اندھا رہا۔ بالآخر بہت سی عورتوں کو آزمانے کے بعد اُسے ایک پاکیزہ عورت مل گئی جس کے پیشاب نے اُسے مکمل شفایاب کر دیا۔ تب بادشاہ نے اس پاکیزہ عورت کے علاوہ ساری عورتوں کو ایک ضیافت میں جمع کیا اور پورے شہر کو عورتوں سمیت جلا کر راکھ کر ڈالا اور بعد ازاں بچ رہنے والی عورت سے شادی کر لی اور پورے مصر کے معبدوں اور کاہنوں کو قیمتی تحائف بھیجے۔

علامت اور شاعری کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ اگر علامت کو شعر میں ایک تخلیقی توازن کے ساتھ برتا جائے تو لفظ چاروں طرف سے لَو دینے لگتا ہے اور لفظ گنجینۂ معانی کا طلسم بن جاتا ہے۔ کہانتوں میں استعمال کی گئی علامتیں اپنے عہد کی سیاسی، تہذیبی اور سماجی زندگی کی

ترجمان ہونے کے ساتھ ساتھ اس نفسی قوت کی بھی مظہر ہیں جو تخلیقی اُبال کی صورت میں اساطیر، مذہب، فنونِ لطیفہ اور ادب میں رنگ آمیزی کا باعث بنتی ہیں ۱۹؎ علامت سازی کا عمل ہر وقت انسانی ذہن سے وابستہ رہتا ہے، ۲۰؎ انسان کے بے شمار جذبات و احساسات اور خیالات ایسے ہیں جنہیں ادا کرنے سے ہماری زبان قاصر رہتی ہے۔ ایسے میں انسان علامتوں کے بت تراشتا ہے ۲۱؎ دراصل علامت گہرے داخلی شعور کی طرف مراجعت کا بُلاوا ہے جو ہمیں تعقلی تفہیمات سے آگے نامانوس دنیا کی طرف کھینچتی محسوس ہوتی ہے۔ مانا کہ کاہن معروف معنوں میں شاعر نہیں تھے مگر کہانت کا علامت سے رشتہ ہمیشہ سے گہرا رہا ہے۔ اس لئے کاہن علامتی اور استعاراتی اسلوب اختیار کرتا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ اسرار، ابہام، علامت، رمز و کنایہ اور استعارہ اس فن کی جان ہیں کیونکہ اس کا اظہار یہ ہمیشہ کہی اور اَن کہی کے مابین سفر کرتا تھا۔ اس کا پیشہ ایسا تھا کہ وہ کچھ ظاہر کرتا اور کچھ اخفا رکھتا، بہت زیادہ واضح اور صاف مؤقف اس کے لئے مسائل پیدا کر سکتا تھا اس لئے وہ ہمیشہ علامت ہی کا سہارا لیتا۔

لکڑی کی دیوار بدستور تمہارے اور تمہارے بچوں کے لئے محفوظ رہے گی
گھوڑوں کی ٹاپوں اور نہ ہی پیادوں کے زمین پر چلنے کا انتظار کرو
بلکہ اپنی پُشت دشمن کی طرف کر کے چلے جاؤ
تاہم ایک دن آئے گا
جب تم اس سے جنگ کرو گے
مقدس سلامس!
تم عورتوں کی اولاد کو تباہ کرو گے
جب آدمی بیج پھینکیں گے
یا جب وہ فصل کاٹیں گے

یہ کہانت ایران کے بادشاہ زرکسیز ابن داریوش کے یونان پر حملے کے پسِ منظر میں سامنے آئی۔ اس حملے کے حوالے سے یونانی رائے تقسیم ہو گئی تھی۔ کچھ ریاستیں زرکسیز کو خوش آمدید کہنے کی طرف مائل تھیں اور کچھ لوگ لڑنے سے انکاری تھے۔ صرف ایتھنز کے باشندوں نے یونان کی آزادی اور وقار کے لئے مزاحمت کرنے کا فیصلہ کیا۔ بقول ہیروڈوٹس ایتھنز والوں نے ہاتھوں میں ترازو اُٹھا رکھے تھے۔ وہ جس بھی گروہ کے ساتھ ملتے، اُسے بچا لیتے۔

مذکورہ بالا کہانت کا اسلوب ضرورت سے زیادہ علامتی بلکہ شاعرانہ ہے جو کہانت کو تخلیقی عظمت کے درجے پر فائز کرتا دکھائی دیتا ہے۔ ڈیلفی کے معبد سے اس کہانت کے آنے سے پہلے بھی یونانیوں کی رائے تقسیم ہو چکی تھی مگر جب کہانت آئی تو اس کی تشریح کے سوال پر مزاحمت کرنے والوں کی رائے بھی تقسیم ہو گئی۔ میرے خیال میں یہی اس کہانت کا سب سے بڑا حُسن ہے اور کاہن کے فن کی فتح بھی۔ اِس کہانت کے شارحین نے جب مفہوم جاننے کے لئے علامتوں کو کھولنا چاہا تو وہ لوگ کم از کم تین گروہوں میں بٹ گئے۔ شارحین کے پہلے گروہ کا خیال تھا کہ دیوتا لکڑی کی دیوار کے الفاظ کے ذریعے یہ پیغام دینا چاہتا ہے کہ جنگ میں جو لوگ لکڑی کے قلعے کے اندر ہوں گے وہ محفوظ رہیں گے۔ جبکہ مفسرین کے دوسرے گروہ کی رائے کے مطابق دیوتا کا اشارہ بحری بیڑے کی طرف تھا۔ اُدھر یونان کے ایک ممتاز دانشور ابن کلیز کی رائے سب سے مختلف تھی۔ اس کی تفسیر کے مطابق دیوتا سمندر میں لڑنے کی ہدایت کر رہا تھا۔ چنانچہ اس کے نقطۂ نظر کو دیگر مفسرین پر ترجیح دی

گئی اور جنگ کا نتیجہ بھی ایتھنز والوں کی توقعات کے عین مطابق سامنے آیا۔

تاریخِ انسانی پر اگر نظر ڈالیں تو ہر عہد کی کہانت کا اسلوب علامتی رہا ہے اور بعض کہانتوں میں تو اتنی وافر مقدار میں علامتیں استعمال ہوئی ہیں کہ مفسرین کو علامتوں اور استعاروں کے ڈھیر ہٹا کر نیچے سے معانی و مفاہیم تلاش کرنے پڑتے ہیں۔ کاہن ایسے الفاظ کم ہی استعمال کرتے ہیں جن کے معانی طے شدہ یا متعین ہوں بلکہ ان کے ہاں غریب اور غیر فصیح الفاظ بکثرت استعمال ہوئے ہیں تا کہ الفاظ ناقابلِ فہم ہونے کی صورت میں اشتباہ پیدا ہو اور کہانت کے غلط ثابت ہونے کی صورت میں الفاظ کے ہیر پھیر سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے بچ نکلنے کے راستے تلاش کئے جاسکیں۔ اس کے برعکس بعض کاہن غریب الفاظ کی بجائے کثیر المعانی اور کثیر الجہتی الفاظ استعمال کرتے تھے تا کہ کہانت کی شرح کے حوالے سے زیادہ سے زیادہ امکانات کے در وا رہیں۔ الفاظ مبہم ہوں، غریب ہوں یا کثیر المعانی، ان سے کاہنوں کے ذخیرۂ الفاظ اور قدرتِ زبان کا بھی پتہ چلتا ہے۔ اگرچہ کاہن شاعر نہ تھے اور نہ وہ ادبی زبان استعمال کرنے کے پابند تھے اور نہ ہی کہانت کے موضوعات اور مقاصد کا شاعری سے کوئی تعلق تھا۔ لیکن اس کے باوجود بعض کہانتوں کا اسلوب، ڈکشن اور لہجہ اُنہیں تخلیقی حُسن ضرور عطا کرتا ہے۔

ہوسکتا ہے کہ درباروں سے وابستہ کاہن شعوری طور پر مبہم، غیر واضح اور غیر فصیح الفاظ استعمال کرتے ہوں تا کہ جنگ اور دیگر بڑے بڑے فیصلوں کے سلسلے میں نتائج خلافِ توقع آنے کی صورت میں بادشاہ کے غضب سے بچا جا سکے۔ لیکن ہر کاہن کی زندگی میں ایسا وقت ضرور آتا ہے جب اُسے اگر مگر کرنے کی بجائے واضح اور دوٹوک لہجے میں بات کرنا پڑتی ہے اور اگر اس کے فیصلے سے قوموں اور ملکوں کے مقدر جُڑے ہوئے ہوں تو ایسے میں اُسے بہت ہی واضح اور صاف مؤقف کے ذریعے لوگوں کی راہنمائی کرنی چاہیئے۔ ویسے بھی کاہنوں کے فیصلے اٹل اور ناقابلِ تنسیخ ہوتے تھے اور اُنہیں کسی بھی فورم پر چیلنج نہیں کیا جاسکتا تھا اور نتائج توقع کے برعکس آنے کی صورت میں بھی شارحین کاہن کی بجائے اُسے اپنی تفسیری غلطی قرار دے کر خود ہی کو قصوروار ٹھہراتے تھے۔ ایسے میں کاہن کا فرض بنتا تھا کہ وہ حتی المقدور اپنے لوگوں کی ٹھیک طرح سے راہنمائی کرے۔ اس سلسلے میں ایرانی بادشاہ رزکسیز کے یونان پر حملے کے پسِ منظر میں سامنے آنے والی ایک کہانت دیکھئے جس کا انداز نہایت واضح، لہجہ اٹل اور دوٹوک فتح کی خوشخبری سے گونج رہا ہے۔ حالانکہ رزکسیز کے ساتھ پورے ایشیاء کی فوجیں تھیں جن کی تعداد ہیروڈوٹس نے اڑتالیس لاکھ بتائی ہے۔ اتنی بڑی فوج اور ہزاروں جہازوں پر مشتمل بحری طاقت کے ہوتے ہوئے کوئی تصور بھی نہیں کرسکتا تھا کہ ایرانی بادشاہ شکست کے خوف سے فوج کی کمان ماردونیس نامی جرنیل کے سپرد کر کے یونان کو مکمل فتح کرنے کی آرزو دل میں لئے واپس چلا جائے گا۔ مگر ڈیلفی کی کاہنہ یونانیوں کو فتح کی واضح خوشخبری سنا رہی تھی، سوال یہ ہے کہ یہ ناقابلِ یقین خبر اُسے کس نے دی تھی؟

جب وہ اپنے جہازوں کے ساتھ ارتمس کے کنارے پانی پر پُل باندھیں گے\
طلائی تمغے کے ساتھ لیس ہو کر\
سائنوسور کی جانب جہاز رانی کریں گے\
خوبصورت ایتھنز کی شکست کی بے وقوفانہ امید\
ان کے دلوں میں سمائی ہوگی\
تب دیوتائی فیصلہ مغرور امید کو بُجھا ڈالے گا\
تمام چیزوں کو شکست دینے کا سوچنے والا

بے توقیری کی پُر غیظ اولاد ہے

پیتل کے ساتھ پیتل مل جائے گا اور اریس (جنگ کا دیوتا)

سمندر کی لہروں کو سرخ کر دے گا

تب یونانی آزادی کا دن واضح فتح سے حاصل ہوگا

اور کرونوس کا بیٹا سب دیکھ رہا ہوگا۔ ۲۲

عرب و افریقہ کی کہانت کو جو چیز یونانی کہانت سے الگ کرتی ہے، وہ اِس کا قسمیہ انداز ہے۔ یہاں سوال یہ ہے کہ عرب کا ہن اپنی بات کا یقین دلانے کے لئے اتنی زیادہ قسمیں کیوں کھاتا ہے؟ اس کی سیدھی سادی وجہ تو یہی ہے کہ جب انسان کے پاس دلائل ختم ہو جاتے ہیں تو ایسے میں وہ قسم یا گالی کا سہارا لیتا ہے مگر اس کی وجہ یہ بھی تو ہوسکتی ہے کہ شاید بات کا یقین دلانے کے لئے قسمیں کھانا اُن کا طرزِ زندگی ہو یا پھر شاید کاہن اس لئے بھی ان چیزوں کی قسمیں کھاتا ہے جو لوگوں کی روزمرّہ زندگی میں بے حد اہمیت کی حامل ہوں یا پھر یہ چیزیں لوگوں کو بحیثیت قوم پسند ہوں۔ اس کہانت کا قسمیہ انداز دیکھئے جو عرب کے ممتاز کاہن شق بن انمار نے یمن کے بادشاہ مالک بن نصر لخمی کے خواب کی تعبیر کے حوالے سے کی تھی۔

قسم ہے شفق کی، ابتدائی رات کی

تاریکی کی اور صبح کی جب وہ پورے طور پر نمودار ہو

تم نے دیکھا ہے کہ ایک کوئلہ تاریکی سے نکل کر

تہامہ کی سرزمین پر جا گرا اور وہاں کی ہر کھوپڑی والی ہستی کو کھا گیا

ذرا یہ سواد بن قارب الدوسی کی کہانت بھی دیکھئے جس نے حضرت محمدؐ کی نبوت کی پیشگوئی کی تھی مگر بعد ازاں خود بھی نبوت کا دعویٰ کر دیا۔ اس کہانت کا قسمیہ انداز دیدنی ہے:

قسم ہے آسمان اور زمین کی

کثیر پانی اور قلیل پانی کی

قسم ہے قرض اور ہبہ کی، روشنی اور تاریکی کی

سورج کے طلوع و غروب کی

بادل اور مٹی کی پست اور اونچی زمینوں کی

اور کثیر تعداد چوپائیوں کی

اب ذرا قسمیہ اسلوب کے حوالے سے مسلیمہ بن کبیر (جسے مسلمان مسلیمہ کذّاب کے نام سے یاد کرتے ہیں) کی ایک کہانت بھی دیکھئے:

قسم ہے کھیتی کرنے والوں کی

قسم ہے کھیتی کاٹنے والوں کی

قسم ہے بھوسہ صاف کرنے کے لئے گیہوں کو ہوا میں اُڑانے والوں کی
قسم ہے آٹا پیسنے والوں کی
اور قسم ہے روٹی پکانے والوں کی
کہ تم کو صُوف والے (بادیہ نشیں) عربوں پر فضیلت دی گئی ہے
اور مٹی سے مکان بنانے والے شہری عرب بھی
تم سے بڑھ کر نہیں ہیں
تم اپنی روکھی سوکھی روٹی کی حفاظت کرو
عاجز اور درماندہ کو پناہ دو
اور طلب کرنے اور مانگنے والے کو اپنے پاس ٹھہراؤ۔ ۲۳

عربوں کے قسمیہ انداز کے مقابلے میں رومن اور یونانی کاہنوں کا لہجہ تیقن، وثوق اور قطعیت سے لبریز ہے۔ یہاں قسموں کے مقابلے میں دعوے دیکھنے کو ملتے ہیں، یہ دعوے الوہی بھی ہیں اور شاعرانہ بھی۔ آپ اسے ناممکن کو ممکن کر دکھانے کی تمنا کا اظہار کہہ سکتے ہیں۔

میں ریت کے ذرّے گن سکتی ہوں
اور سمندر کا پانی ناپ سکتی ہوں
میرے پاس خاموشیوں کی سماعت ہے
اور گونگوں کی بات سمجھ سکتی ہوں

یونانی کاہنوں کا لہجہ الُوہی ہے اور یہاں کاہن اپنے باطن کا ترجمان ہونے کی بجائے الُوہی ارادوں کا پیامبر ہے اور وہ اس لئے دعوے کرتا ہے تاکہ کہانت کے لئے آئے ہوئے لوگوں کے دلوں پر دیوتائی سچائیوں کا نقش ثبت ہو سکے۔

کہانتوں میں جو چیز ہماری توجہ کو سب سے زیادہ اپنی طرف کھینچتی ہے وہ کہانت کے اندر کا ماحول ہے یہ کاہن انتہائی فطرت دوست انسان کے طور پر ہمارے سامنے آتے ہیں۔ ان کہانتوں میں پانی کے چشمے، کھیت کھلیان، اجناس، شہر و دیہات، پست و بلند زمینیں، صحرائی حُسن، طلوعِ مہتاب، غروبِ آفتاب، چرتے ہوئے اونٹ، فصلیں کاٹتے انسان، ریت، سمندر، شاہ بلوط کے پیڑ، ستارے، بارش، درخت، پرندے، کیڑے مکوڑے اور صبح شام کے مناظر مل کر زمینی و آسمانی حُسن کو مکمل صورت میں ہمارے سامنے لاتے ہیں۔ چند مثالیں دیکھئے::

قسم ہے اہلی پرندوں، جنگلی پرندوں
اور تر متی کی جو خشک زمین میں رہتی ہے

☆ (طلیحہ بن خویلد اسدی)

قسم ہے کھیتی کرنے والوں کی اور قسم ہے کھیتی کاٹنے والوں کی
قسم ہے بھوسہ صاف کرنے کے لئے

گیہوں کو ہوا میں اُڑانے والوں کی
قسم ہے تیل اور گھی کے لُقمے کھانے والوں کی

☆ (مسیلمہ بن کبیر)

میں اُن اونٹوں کی قسم کھاتا ہوں جو دُور چر رہے ہیں
اور قریب آنے والی بھیڑوں کی
سخت اور ہموار زمین پر سوار ہو کر چلنے والے کی
اور کوشش سے لڑنے والے کی

☆ (سواد بن قارب)

قسم ہے شفق کی، ابتدائی رات کی
تاریکی کی اور صبح کی
جب پورے طور پر نمودار ہو

(شق بن انمار)

یونانی کہانت کے مقابلے میں عرب کہانتوں میں فطرت اپنے پورے جوبن کے ساتھ نظر آتی ہے جبکہ یونانی کاہن فطرت میں دلچسپی لینے سے زیادہ عصری شعور سے مالا مال ہیں۔اس کے برعکس عرب وافریقہ کے کاہنوں کی ذہنی سطح محدود نظر آتی ہے۔معیشت و معاشرت کا کوئی وسیع تر تصور نہ ہونے کی وجہ سے ان کو جن مسائل کے حل یا سوالوں کے جواب فراہم کرنا ہوتے تھے وہ زیادہ انفرادی یا قبائلی سطح کے ہیں۔ یہاں کوئی معاشرہ تھا اور نہ ہی کسی قسم کا وسیع تر انسانی تصور۔ یہ باہمی جنگوں میں اُلجھا ہوا معاشرہ تھا۔ایک دوسرے کے گلے کاٹتا ہوا سماج جسے مؤرخین "ایّام العرب" کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ ۲۴؎ عرب کاہنوں کے مقابلے میں یونانی اور رومن کاہن سیاسی طور پر کہیں زیادہ بالغ نظر تھے۔ان کہانتوں سے ان کے انفرادی اور اجتماعی عصری شعور کا پتہ چلتا ہے اور یہی وہ عصری شعور ہے جو شاعری اور کہانت میں نہ صرف قدرِ مشترک رکھتا ہے بلکہ کہانت کو تخلیقی درجے پر بھی فائز کرتا ہے۔ یونانی کہانت سے ہمیں یونان کی مختلف ریاستوں کے کردار، ان میں بسنے والی قوموں کے مؤقف، دشمن ریاستوں سے سیاسی آویزش، دوستوں سے سیاسی تعلقات کی نوعیت، اعلیٰ انسانی اقدار، قومی تاریخ کے مختلف مراحل کا شعور، جنگیں، جنگی اتحاد، سمجھوتے، سازشیں، جنگی لائحہ عمل، بادشاہوں کے مقاصد، ترجیحات اور غلامی و آزادی سے متعلق لوگوں کے تصورات و خیالات کا پتہ چلتا ہے۔

یونانی کاہن معبد سے رجوع کرنے والوں کے لئے ایک روحانی راہنما کے روپ میں سامنے آتا ہے اور کہانت کے لئے رجوع کرنے والوں کو ہر طرح کی ہدایت اور راہنمائی فراہم کرتا ہے۔کبھی وہ ڈراتا ہے، کبھی امید افزائی کرتا ہے اور کبھی امیدیں چھین بھی لیتا ہے۔ یہاں انتظار سے لے کر خوف، وعدے، دعوے، یقین و بے یقینی، حملہ، پسپائی، فرار، ممانعت، بزدلی، غرض موقعہ محل کے مطابق ہر قسم کا لائحہ عمل نظر آتا ہے۔ چند مثالیں دیکھئے:

تم آرکیڈی کے آرزومند ہو

تمہاری خواہش بے باک ہے
میں اس کی اجازت نہیں دوں گی
میں تمہیں ٹجیا میں بھاری قدموں کے ساتھ اُترنے کا موقعہ دوں گی

☆ (یونانی کہانت)

خطرہ ایک مکڑی کے لشکر
اور قُرمزی رنگ کے ایک قاصد سے نمودار ہوگا

☆ (یونانی کہانت)

وقت آئے گا جب عورت
مرد پر فتح حاصل کرے گی
دُور تک اس کا تعاقب کر کے
آرگوس میں عزت وتحسین حاصل کرے گی (رومن کہانت)

بدبختو تم یہاں کیوں بیٹھے ہو
تخلیق کے آخری کناروں تک بھاگ جاؤ
گھر اور ان کے ٹیلوں کو چھوڑ کر
جن کی بلندی پر تمہارے شہر کی دیوار ہے (یونانی کہانت)

بعض اوقات تو دیوتا موقع کی مناسبت سے نہ صرف ڈراتا ہے بلکہ بزدلی دکھانے اور میدان سے بھاگ جانے پر بھی اُکساتا ہے اور اس عمل پر شرم سار ہونے کی بھی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔

وہ اب بھی کھڑے ہیں اور اُن کے کالے رنگ کا پسینہ
خوفناک انداز میں بہہ رہا ہے
معبد سے باہر چلے جاؤ اور ان آفات پر غور کرو جو تمہاری منتظر ہیں۔

☆ (یونانی کہانت)

اُس وقت تک انتظار کرو کہ
جب ایک ٹٹو میڈیا کا حکمران بن جائے
اے نفیس لیڈیائی! تب ہرمس کے کناروں سے دور چلے جانا
تم جلدی چلے جانا
اور بزدلی دکھانے پر شرمسار نہ ہونا

☆ (یونانی کہانت)

گھوڑوں کی ٹاپوں اور پیادوں کے زمین پر چلنے کا انتظار نہ کرو

بلکہ اپنی پُشت دشمن کی طرف کر کے چلے جاؤ (یونانی کہانت)

دنیا کی کسی بھی زبان میں موجود کہانت کی اس کے اپنے سیاسی، ثقافتی اور جغرافیائی تناظر ہی میں اہمیت ہوتی ہے۔ کسی بھی کہانت کی علامتوں، اس کی ہدایات اور احکامات و امتناعات کو اس کے اپنے سیاق و سباق کے حوالے ہی سے سمجھا جا سکتا ہے۔ شاعری اور کہانت میں سب سے بڑا فرق یہ ہے کہ شاعری اپنے مقامی سیاق و سباق سے الگ ہو کر بھی درجۂ عظمت پر فائز رہ سکتی ہے اور نئے ماحول میں اس کی تشریح و تفسیر اسے بالکل نئے معانی و مفاہیم بھی عطا کر سکتی ہے، مگر بیشتر کہانتیں اپنے تناظر سے الگ ہو کر اپنا مفہوم کھو دیتی ہیں۔ شاعری کا ایک حُسن یہ بھی ہے کہ وہ دوست دشمن سے یکساں احترام حاصل کرنے میں کامیاب رہتی ہے مگر کہانت کا معاملہ ایسا ہے کہ ایک قوم کے حق میں سامنے آنے والی کہانت مفاہیم و اسلوب کے حوالے سے خواہ کتنی ہی دلکش کیوں نہ ہو لیکن دشمن ملک اور قوم اسے سینے کا تعویز بنانے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔ البتہ کہانت کا ایک کمال یہ ہے کہ اس کے ذریعے سے ہم کسی بھی خطے کی سیاسی، سماجی اور تہذیبی تاریخ کی سچی دستاویز تیار کر سکتے ہیں اور یہ ایک ایسی خوبی ہے جو شاعری اور کہانت دونوں میں یکساں طور پر پائی جاتی ہے۔

یوں کہانت اپنے عہد کی ایک ایسی دستاویز کے طور پر سامنے آتی ہے جہاں حُسنِ فطرت سے لے کر عصری شعور تک، جنگی لائحہ عمل سے لے کر روحانی راہنمائی تک، حسی تصویروں سے لے کر الوہی ارادوں تک ہمیں ہر شئے نظر آتی ہے۔ یہاں انسانوں کے عقائد سے لے کر ان کی امیدیں، پریشانیاں، خوف، اعلیٰ انسانی اقدار اور شاعری تک زندگی کا ہر رُخ موجود ہے۔ یقین کی حدوں کو چھوتی ہوئی خبریت ہی وہ چیز ہے جو کہانت کو الوہی درجہ عطا کرتی ہے اور یہی وہ ذہنی سطح ہے جو ایک کاہن کو دیگر انسانوں سے بلند کرتی ہے بلکہ عام لوگ اسی لئے تو کاہن سے رجوع کرتے ہیں۔ کاہن اپنی کہانت کے ذریعے جو خبریں فراہم کرتا ہے اُن میں سے کئی ایک حیرت انگیز طور پر درست ثابت ہو جاتی ہیں مگر یہ سب کیسے ہوتا ہے؟ یہی وہ تحیّر ہے جو کہانت کی طرح اعلیٰ شاعری کے بنیادی عناصر میں بھی شامل ہے جب تحیّر، تفکّر، اسرار، ابہام، اشاریت اور تخلیقی اسلوب مل جائیں تو کہانت اور شاعری کے درمیان فاصلے کم ہونے لگتے ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ لسان العرب، ابن منظور، جلد نمبر ۲۰، قاہرہ، ۱۳۰۰ تا ۱۳۰۸ھ

۲۔ اردو دائرہ معارفِ اسلامیہ، ص ۴۹، دانش گاہ پنجاب، لاہور ۱۹۷۸ء

۳۔ جادو کی حقیقت، غازی عزیز مبارک پوری، ص ۹۸، دار السلام پبلشرز لاہور

۴۔ آکسفورڈ انگلش اردو ڈکشنری، ص ۱۱۳۹، آکسفورڈ یونیورسٹی پریس، ۲۰۰۵ء

۵۔ گوگل پر آویزاں میری سن (Mary son) کا مضمون "قدیم مصر اور کہانت"

۶۔ بلوغ الارب (جلد نمبر ۴) ص ۳۵۱، محمود شکری آلوسی، مرکزی اُردو بورڈ، لاہور ۱۹۶۸ء

۷۔ مقدمہ ابنِ خلدون (حصہ اوّل) علامہ عبدالرحمٰن ابن خلدون، ص ۳۲۵، نفیس اکیڈمی لاہور، ۱۹۸۲ء

۸۔ دنیا کی قدیم ترین تاریخ، ہیروڈوٹس،ص ۱۵۳، نگارشات لاہور، ۲۰۰۵ء

۹۔ قرونِ وسطیٰ میں ہندوستانی تہذیب، منشی پریم چند، ص ۵۸،فکشن ہاؤس، لاہور، ۲۰۰۵ء

۱۰۔ ڈیویلپمنٹ آف ریلیجن اینڈ تھاٹ اِن اینشینٹ ایجپٹ، ص ۲۱۲

۱۱۔ خدا کی تاریخ، کیرن آرم سٹرانگ، ص ۱۲۳، نگارشات لاہور، ۲۰۰۷ء

۱۲۔ تاریخ الرسلِ والملوک، الطبری III، ص۲۱، لائیڈن ۱۸۷۹ تا ۱۹۰۱ء

۱۳۔ مختصر تاریخ عالم، جی ایچ ویلز، ص۱۰۳، تخلیقات لاہور، ۱۹۹۴ء

۱۴۔ مصر کا قدیم ادب، ابن حنیف، ص۱۶، بیکن بکس، ملتان، ۱۹۹۲ء

۱۵۔ سیرت الرسول اللہ (جلد اوّل) ابن ہشام، ص۱۷۱، ورسٹفلٹ گوٹنگن، ۱۸۶۰ تا ۱۸۸۵ء

۱۶۔ کتاب الغانی، ابوالفرح اصفہانی، ص ۱۳، قاہرہ، باراوّل ۱۲۸۵ء

۱۷۔ تصورات، ڈاکٹر جواز جعفری، ص۱۳، فکشن ہاؤس لاہور، ۲۰۱۰ء

۱۸۔ سبعہ معلقات، امیر حسن نورانی، ص۵۸، پرنٹ لائن پبلشرز، لاہور

۱۹۔ علامت کا جنم (مضمون) ڈاکٹر سلیم اختر، ماہنامہ فنون ص۲۳، شمارہ جولائی اگست، ۱۹۷۷ء

۲۰۔ اردو شاعری میں علامت نگاری، ڈاکٹر تبسم کاشمیری، ص۴۰، سنگِ میل، لاہور، ۱۹۷۷ء

۲۱۔ اردو شاعری میں تمثیل نگاری، ڈاکٹر منظر اعظمی، ص۱۳۲، انجمن ترقی اردو ہند، نئی دلّی، ۱۹۹۲ء

۲۲۔ دنیا کی قدیم ترین تاریخ، ہیروڈوٹس، ص۶۰۵، نگارشات لاہور، ۲۰۰۵ء

۲۳۔ جھوٹے نبی، ابوالقاسم رفیق دلاوری، ص۵۱، نگارشات لاہور، ۲۰۰۶ء

۲۴۔ عربی ادب میں مطالعے، محمد کاظم، ص۴۵، سنگِ میل لاہور، ۱۹۹۶ء